ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
3 تا 9 مئی 2001ء

☆ اعتراف حقیقت (اداریہ)
☆ طالبان کی اسلامی حکومت: تاریخ کا ایک اہم موڑ (مشاہدات)
☆ امریکہ چین کشمکش اور پاکستان (تجزیہ)

افغان قوم کی قوت کا سرچشمہ

افغان قوم اِن قدیم اقوام میں سے ہے، جو سینکڑوں اور ہزاروں سال سے آزادی اور عزت و سربلندی کی زندگی گزار رہی ہے، اللہ تعالیٰ نے قدیم زمانہ ہی سے اسے غیر معمولی انسانی قوتوں اور صلاحیتوں سے نوازا ہے...... جب اسلام اس علاقہ میں آیا تو اچانک یہ قوم ہزاروں سال کی نیند سے بیدار ہوگئی، اور اتنی لمبی چھلانگ لگائی جس کی دوسری قوموں میں مثال نہیں ملتی۔ اسلام کے زیر سایہ آتے ہی افغان سب سے زیادہ طاقتور، سب سے زیادہ بہادر، سب سے زیادہ بلند ہمت، دوربیں اور فولادی عزائم کے مالک نظر آنے لگے۔ یہ قوم بزمِ کائنات میں شامل ہوئی تو ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی مدفون خزانہ یا کوئی سربستہ راز تھا، جو اچانک منکشف ہوگیا۔ کیا ان کے جسموں سے بجلی کا کرنٹ چھو گیا تھا، یا کوئی جادو کی چھڑی تھی جس نے آن کی آن میں اس قناعت شعار، ٹھہری ہوئی پرسکون اور عزلت گزیں قوم کو غیور و جسور، ظفر مند اور رواں دواں قوم میں بدل دیا۔ کیا اس طوفانی ندی کے دہانے پر کوئی بڑی سی چٹان پڑی ہوئی تھی، جو اس کے زور اور روانی کو روکے ہوئے تھی؟ افغانیوں کی زندگی کے انقلاب کا حقیقی سبب اور اس کی شاہِ کلید یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے افغان قوم کو اسلام کی برکت سے تین بنیادی اور اہم جوہروں سے نوازا ہے۔

۱) طاقتور پیغام اور اس کے اغراض و مقاصد
۲) نوعِ انسان، خارجی دنیا اور حقائق اشیاء کے بارے میں وسیع نقطہ نظر
۳) اللہ کی مدد و تائید پر کامل اعتماد اور جدوجہد کے نتائج پر یقین

یہ وہ تین عناصر ہیں جن سے قوم کے جدید کردار کی تشکیل ہوتی ہے، اس کو نئی زندگی ملتی ہے اور وہ نئی تاریخ بناتی ہے اور اپنی مخفی طاقتوں اور نامعلوم وسعتوں سے دنیا کو حیران و ششدر کر دیتی ہے۔

(سید ابوالحسن علی ندویؒ کی کتاب "دریائے کابل سے دریائے یرموک تک" سے ایک اقتباس)

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ البقرۃ (۱۵)

﴿اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنۡ رَّبِّھِمۡ ۚ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ﴾

''یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں' اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں''۔

قرآن مجید سے استفادے کے لئے ضروری ہے کہ غیب پر ایمان لایا جائے' نماز قائم کی جائے اور اللہ کی راہ میں زیادہ سے زیادہ خرچ کیا جائے۔ مزید برآں قرآن مجید پر گہرے ایمان کے ساتھ ساتھ اپنا سینہ کشادہ رکھتے ہوئے اس سے قبل نازل شدہ آسمانی کتب اور صحیفوں کو بھی صدق دل سے تسلیم کیا جائے اور آخرت پر پختہ یقین رکھا جائے ــــ جن لوگوں میں یہ اوصاف نمایاں طور پر موجود ہیں اور ان کی بناء پر جو ہدایت قرآنی سے بھرپور استفادہ کر رہے ہیں' زیر درس آیت میں انہی لوگوں کو راہ ہدایت پر ہونے کی خوشخبری اور اس سے بڑھ کر نہایت پرزور انداز میں کامیابی کی بشارت دی جا رہی ہے۔

''مُفۡلِحُوۡنَ'' قرآن مجید کی بڑی بنیادی اصطلاح ہے۔ ''فَلَحَ'' کے معانی کسی کو کاٹنا' توڑنا اور پھاڑنا کے ہیں۔ اسی سے ''فلاح'' بنا ہے۔ کسان چونکہ ہل کی نوک سے دھرتی کا سینہ چیرتا اور کاٹتا ہے' اس لئے اسے فلاح کہا جاتا ہے۔ باب افعال (اَفۡلَحَ' یُفۡلِحُ) میں آنے سے اگرچہ اس کے معانی تو کاٹنا اور چیرنا ہی ہوں گے تاہم اس میں مبالغہ' تاکید اور شدت کے معانی پیدا ہو جائیں گے۔ اس لحاظ سے ''مُفۡلِحُوۡنَ'' کا مطلب ہوگا کسی شے کو پوری طاقت کے ساتھ پھاڑنا اور اس میں سے کوئی شے برآمد کرنا۔

قرآن مجید میں یہ لفظ کامیابی اور نجات کے معانوں میں کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کا وجود دو چیزوں یعنی روح اور جسم کا مرکب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے جسمانی وجود کے اندر جو روح پھونکی ہے اس کی کوئی خاص نسبت ذات باری تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ علامہ اقبال نے اسی کو ''خودی'' کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ حقیقتاً تو اصل انسان روحانی وجود پر ہی مشتمل ہے تاہم اس کے اردگرد ایک مادی خول اور غلاف لپٹا ہوا ہے جسے ہم جسمانی یا مادی وجود کہتے ہیں۔ انسان جب اس مادی غلاف کو توڑ کر اپنی روح' انا اور خودی کو پروان چڑھائے گا تبھی اخروی فوز و فلاح کا مستحق قرار پائے گا۔ یعنی اس روح کو پروان چڑھانا ہی اصل فلاح ہے۔ واضح رہے کہ مختلف مذاہب کے لوگ جو مشقتیں' ریاضتیں اور تپسیائیں کرتے ہیں یا کرتے رہے ہیں ان کے پیش نظر بھی روحانی وجود کو ہی پروان چڑھانا ہوتا ہے۔

قرآن مجید نے روح کو پروان چڑھانے کے لئے مختلف مشقتیں اور ریاضتیں دی ہیں۔ نماز بھی ایک ریاضت ہے جس میں ہم دنیوی دلچسپیوں کو توڑ کر اللہ سے لو لگاتے ہیں۔ روزہ کے ذریعے بھی ہم مادی وجود کے تقاضوں یعنی کھانے پینے اور دیگر لذات دنیوی سے دور رہ کر روح کو تقویت بخشتے ہیں۔ مال کی محبت کے خول کو توڑنے کے لئے انفاق مال اور زکوٰۃ کا نظام ہے۔ جہاد میں بھی ہم جان' مال' وقت لگا کر اپنی روح کی نشوونما کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آج ہمارا مادی وجود روحانی وجود پر غالب ہے۔ ہماری ساری توجہ جسمانی تقاضوں اور ضرورتوں تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ جسم کو کوئی عارضہ لاحق ہو جائے تو ہم بے چین ہو جاتے ہیں جبکہ ہماری روح اگر بیمار' پژمردہ اور مضمحل ہو جائے تو ہمیں کوئی تشویش لاحق نہیں ہوتی۔

فرمان نبوی

چوہدری رحمت اللہ بٹر

جواب دہی

عَنِ ابۡنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمَا قَالَ سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یَقُوۡلُ : ((کُلُّکُمۡ رَاعٍ وَّکُلُّکُمۡ مَسۡئُوۡلٌ عَنۡ رَّعِیَّتِہٖ اَلۡاِمَامُ رَاعٍ وَّمَسۡئُوۡلٌ عَنۡ رَّعِیَّتِہٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِیۡ اَھۡلِہٖ وَمَسۡئُوۡلٌ عَنۡ رَّعِیَّتِہٖ وَالۡمَرۡاَۃُ رَاعِیَۃٌ فِیۡ بَیۡتِ زَوۡجِھَا وَمَسۡئُوۡلَۃٌ عَنۡ رَّعِیَّتِھَا وَالۡخَادِمُ رَاعٍ فِیۡ مَالِ سَیِّدِہٖ وَمَسۡئُوۡلٌ عَنۡ رَّعِیَّتِہٖ فَکُلُّکُمۡ رَاعٍ وَّمَسۡئُوۡلٌ عَنۡ رَّعِیَّتِہٖ)) (متفق علیہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ''اے لوگو! تم میں سے ہر کوئی ذمہ دار ہے اور اس سے ان چیزوں کے بارے میں سوال ہوگا جو اس کی تحویل میں دی گئی ہیں۔ کسی ملک کا حکمران یا کسی جماعت کا امام ذمہ دار ہوگا اپنی رعایا کے بارے میں۔ ہر آدمی سے اس کے گھر کے بارے میں پوچھا جائے گا کیونکہ وہ گھر کا ذمہ دار ہے' ہر عورت اپنے خاوند کے گھر کی ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے بارے میں سوال ہوگا۔ کسی کا خادم/ملازم اپنے مالک کے سامان کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ گویا کہ ہر شخص کسی نہ کسی حیثیت میں ذمہ دار ہے اور اس سے اسکی ذمہ داری کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی''۔

ہر انسان کسی نہ کسی اجتماعیت سے منسلک ہوتا ہے اور اس اجتماعیت میں اس کی کوئی نہ کوئی حیثیت معین ہوتی ہے جس کی ذمہ داری اسے پوری کرنی چاہئے۔ معاشرتی سطح پر ہر شخص کسی نہ کسی خاندان کا فرد ہے اور اس میں اس کی کوئی پوزیشن ہے جس کی نسبت سے وہ مسئول ہے۔ خاندان کا سربراہ اپنے خاندان کی نگہداشت' ان کی تربیت' تعلیم اور ضروریات کا ذمہ دار ہے اور ان سب باتوں کے بارے میں اس سے بازپرس ہوگی۔ اسی طرح ہر شخص ایک معاشرے کا فرد ہے اور اس لحاظ سے بھی اس کی ذمہ داری ہے اور اس کے پڑوسیوں اور محلے داروں کے بھی حقوق اور فرائض ہیں جن کے بارے میں اسے جوابدہی کرنا ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی شخص کو ملک و قوم کی طرف سے عہدہ دیا گیا ہے' یا کسی کو کسی ادارے میں کوئی حیثیت دی گئی ہے' ان سب کے بارے میں فرائض اور حقوق معین ہوتے ہیں جن کی ادائیگی کے بارے میں مسئولیت ہوگی۔ پھر کسی ملک کا سربراہ تو تمام ملک کے لوگوں کے معاملات کا ذمہ دار ہے اور اسے اس بارے میں جوابدہی کرنا ہوگی۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ اگر فرات کے کنارے کوئی جانور بھی بھوکا مر گیا تو عمر سے جوابدہی ہوگی۔ یہی حقیقت ہے کہ جس کو کتنی تفصیل سے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرما دیا ہے۔

ہمارے ہاں اکثر ملازم لوگ اپنے آپ کو کسی ذمہ داری پر نہیں سمجھتے حالانکہ جو بھی سرکاری ذمہ داری اسے سونپی گئی ہے تو صرف دنیا میں ہی نہیں بلکہ آخرت میں اللہ کے ہاں بھی اس کی جواب دہی اسے کرنا ہوگی۔ اور جتنا بڑا عہدہ ہوگا اتنی ہی مسئولیت بھی زیادہ ہوگی۔ کاش پاکستانی مسلمانوں کو اور خاص طور پر سرکاری ملازمین اور دینی اداروں سے منسلک افراد کو اس کا احساس ہو جائے تو ملک کا بیڑا پار ہو جائے۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

جلد 10 شمارہ 14

3 تا 9 مئی 2001ء

(۸ تا ۱۴ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ)

بانی : اقتدار احمد مرحوم

مدیر: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خان

معاونین: مرزا ایوب بیگ ' مرزا ندیم بیگ
نعیم اختر عدنان ' سردار اعوان
انور کمال میو

نگران طباعت : شیخ رحیم الدین

پبلشر: اسعد احمد مختار ' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 03-5869501 فیکس: 5834000
E-Mail:anjuman@tanzeem.org
Website:www.tanzeem.org

قیمت فی شمارہ : 5 روپے

زرتعاون (اندرون پاکستان) :
سالانہ 225 روپے' ششماہی 120 روپے

سالانہ زرتعاون (بیرون پاکستان):
☆ ایران' ترکی' اومان' مسقط' عراق' الجزائر' مصر
700 روپے (12 امریکی ڈالر)
☆ سعودی عرب' کویت' بحرین' قطر' امارات' بھارت'
بنگلہ دیش' افریقہ' ایشیا' جاپان' یورپ
900 روپے (15 امریکی ڈالر)
☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا' نیوزی لینڈ
1400 روپے (25 امریکی ڈالر)

اداریہ

حافظ عاکف سعید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''اعتراف حقیقت''

امیر تنظیم اسلامی و داعی 'تحریک خلافت' محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے گذشتہ ہفتے اپنے دورۂ افغانستان کے مشاہدات و تاثرات قرآن آڈیٹوریم لاہور میں منعقدہ ایک ایسی تقریب میں تفصیل سے بیان کیے جس میں صحافیوں اور اخبارات کے رپورٹرز کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ سوا گھنٹے پر محیط اس تقریر کو سننے کے لئے رفقاء واحباب کی ایک بڑی تعداد ہمہ تن گوش تھی۔ شرکاء کی غیر معمولی تعداد کے باعث وسیع وعریض آڈیٹوریم اپنی تنگ دامانی پر شکوہ سنج تھا۔ یہ اندازہ کرنا مشکل نہ تھا کہ لوگ افغانستان میں طالبان کی قائم کردہ امارت اسلامی میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں اور کسی ایسے صاحب نظر سے جو وہاں کے حالات کا بچشم خود مشاہدہ کر کے آیا ہو' افغانستان کی اسلامی حکومت کے احوال جاننے کے لیے بے تاب ہیں۔ یہ بات نہایت خوش آیند ہے کہ ہمارے عوام اور خاص طور پر اسلام پسند طبقات میں افغانستان کے حالات سے دلچسپی کا تناسب قابل ذکر حد تک بڑھا ہے اور اس کا واحد سبب یہ ہے کہ ہمارے پڑوس میں واقع یہ خطہ زمین اسلام کا ایک حقیقی گہوارہ بننے کے مرحلے میں ہے اور پوری دنیا کے مسلمانوں کی پرامید نگاہیں اس خطہ زمین پر مرکوز ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کو درپیش معرکۂ روح وبدن میں یہ علاقہ ایک فیصلہ کن اہمیت اختیار کر چکا ہے۔ وہاں حقیقی اسلامی نظام یعنی وہ نظام جس میں محض زبانی طور پر نہیں' فی الواقع انفرادی واجتماعی سطح پر اللہ کی کبریائی اور حاکمیت کو عملاً تسلیم کیا جاتا ہو' کی داغ بیل پڑ چکی ہے۔ گو اسلامی نظام کا یہ پودا ابھی کمزور اور ناتواں ہے اور سردست استحکام کے ابتدائی مراحل میں ہے۔ لیکن ابلیسی قوتیں ابھی سے اسے جڑ سے اکھاڑنے کے درپے ہیں اور اپنے باہمی اختلافات کو بھلا کر افغانستان کی اسلامی حکومت کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے متحدہ طور پر جدوجہد میں مصروف ہیں۔

امارت اسلامی افغانستان پر عالمی ابلیسی قوتوں کا یہ حملہ کثیر الجہت ہے۔ ایک جانب یو این او کو آلۂ کار بنا کر افغانستان کو مختلف النوع پابندیوں کے شکنجے میں جکڑنے کے منظم منصوبے پر عملدرآمد کا آغاز کر دیا گیا ہے تو دوسری طرف افغانوں میں سے طالبان مخالف ایک چھوٹے سے گروپ یعنی شمالی اتحاد کی ہر طرح سے سرپرستی کی جارہی ہے کہ وہ طالبان حکومت کو پورے افغانستان میں قدم جمانے سے باز رکھ سکیں۔ تیسری جانب طالبان حکومت کو بدنام کرنے کی خاطر بے بنیاد اور جھوٹے پراپیگنڈے کا طوفان اٹھا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے کہ طالبان حکومت کی زمام کار تہذیب وتمدن سے عاری اور فہم وفراست سے بے بہرہ کچھ سرپھرے لوگوں کے ہاتھوں میں ہے جو انسانی اقدار اور تہذیب وثقافت کے دشمن ہیں ـــــ ان حالات میں امیر تنظیم اسلامی کا سفر افغانستان کے مشاہدات وتاثرات پر مبنی خطاب بے یقینی کے اندھیاروں میں روشنی کی ایک کرن کا درجہ رکھتا ہے۔ ملک کے موقر روزناموں نے نہ صرف یہ کہ اس خطاب کی رپورٹنگ نمایاں انداز میں شائع کی بلکہ روزنامہ جنگ نے اس کے حوالے سے 'اعتراف حقیقت' کے عنوان سے ایک دقیع ادارتی شذرہ ۲۷۔ اپریل کی اشاعت میں شائع کیا جسے ذیل میں ہدیہ قارئین کیا جارہا ہے:

''تنظیم اسلامی کے سربراہ ڈاکٹر اسرار احمد نے دورہ افغانستان کے حوالے سے اپنے مشاہدات وتاثرات بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ دنیا میں صرف افغان معاشرہ جرائم سے پاک ہے اور افغانستان کے حکمرانوں کی سادگی دیکھ کر خلافت راشدہ کی جھلک نظر آتی ہے۔ انہوں نے مغربی میڈیا کے اس پراپیگنڈے کی بھی تردید کی ہے کہ افغانستان میں عورتوں پر ناروا پابندیاں عائد ہیں اور انہیں گھروں سے نکلنے کی اجازت نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ طالبان حکومت نے ملک میں جو نظام نافذ کیا ہے' بعض مغربی مبصرین اور افغانستان کا دورہ کرنے والے مغربی صحافیوں نے بھی اس کی خوبیوں کا اعتراف کیا ہے۔ جرائم سے پاک معاشرے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں کوئی مجرم ارتکاب جرم کے بعد سزا سے بچ نہیں سکتا جس سے جرائم نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اس طرح خواتین کو پردہ میں رہ کر گھروں سے نکلنے اور ضروریات زندگی کی خرید وفروخت کی کھلی اجازت ہے۔ پردہ افغان معاشرے کا ایک اہم پہلو ہے اور اسے ختم کرنے کے لئے حکومت پر کوئی دباؤ ڈالنا یا اسے مجبور کرنا غلط ہوگا۔ اس طرح افغانستان میں خواتین کی تعلیم پر پابندی کا مغربی پروپیگنڈہ بھی قطعی غلط ہے اور افغان حکمرانوں نے سادگی کا جو طرز عمل اختیار کیا ہے بلاشبہ وہ قابل تحسین اور باقی اسلامی دنیا کے لئے باعث تقلید ہے۔ امریکہ' روس' بھارت' اسرائیل اور بعض دوسرے مغربی ممالک افغانستان میں طالبان کے لائے ہوئے انقلاب سے خائف ہیں کہ مبادا یہ انقلاب وسط ایشیائی نو آزاد ریاستوں کو بھی لپیٹ میں لے لے تو ان ریاستوں سے ملحقہ یورپی ریاستیں بھی اس انقلاب کی لپیٹ میں آجائیں گی۔ مغربی دنیا افغان جہاد کی کامیابی اور افغانوں کے جذبہ جہاد سے خائف ہے اور صلیبی قوتیں اسے اپنے لئے ایک بڑا خطرہ تصور کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کل کے افغان مجاہد آج امریکہ اور افغان جہاد کے مخالفین کے نزدیک دہشت گرد ہیں۔ مغربی ذرائع ابلاغ اس سلسلے میں جو زہر اگل رہے ہیں' افغانستان کے پاس وسائل کی کمی کی وجہ سے ان کا موثر جواب نہیں دیا جارہا۔ اس وقت صرف پاکستان' سعودی عرب اور متحدہ امارات نے افغانستان کو تسلیم کیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان ممالک افغانستان کو تسلیم کریں اور اس کے خلاف عائد پابندیاں ختم کرانے کے لئے اقوام متحدہ پر دباؤ ڈالیں۔ حال ہی میں امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد نے شمالی اتحاد کے بعض رہنماؤں اور طالبان کے درمیان مفاہمت کی جو کوششیں شروع کی ہیں وہ اگر بارآور ہوگئیں تو طالبان کا اقتدار مزید مستحکم ہوگا اور افغانستان کے عوام جہاد کی کامیابی کے ثمرات سے زیادہ بہرہ ور ہو سکیں گے۔''

طالبان کا اسلامی انقلاب: تاریخ کا ایک اہم موڑ

حالیہ دورہ 'افغانستان کے حوالے سے ۲۵۔اپریل ۲۰۰۱ء کو قرآن آڈیٹوریم لاہور میں
امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے مشاہدات و تاثرات کا خلاصہ

افغانستان میں طالبان کے اسلامی انقلاب کے بعد ذاتی طور پر میری گزشتہ کئی سال سے خواہش تھی کہ افغانستان کا دورہ کر کے وہاں کے حالات کا خود مشاہدہ کروں۔ لیکن اپنے جسمانی عوارض کے باعث جن میں پیرانہ سالی کے باعث مسلسل اضافہ ہو رہا تھا' اس خواہش کی تکمیل نہیں کر سکا۔ تاہم گزشتہ رمضان میں حتمی فیصلہ کر لیا کہ آئندہ اپریل کے مہینے میں ان تکلیفوں کی پرواہ کئے بغیر اس سفر کو اختیار کروں۔ الحمدللہ کہ آرزو پوری ہوئی اور یہ سفر بخیر و خوبی پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ پاکستان سے افغانستان کے لئے ۲۰ افراد کا وفد بن گیا تھا۔ ۱۵/ اپریل کی شام لاہور سے روانگی ہوئی۔ جبکہ ہفتہ ۲۱/ اپریل کو صبح ساڑھے چھ بجے قندھار سے روانہ ہو کر شام ساڑھے چھ بجے یہاں پہنچنا ہوا۔

لاہور سے جب ہم کوئٹہ پہنچے تو افغان قونصلیٹ کے سیکرٹری جناب عبدالرحیم صدیقی ایئرپورٹ پر مع سرکاری گاڑی ہمارے استقبال کے لئے موجود تھے۔ رات ہم نے کوئٹہ کے ایک ہوٹل میں بسر کی۔

اگلے دن ۱۶/ اپریل کو صبح ۷ بجے قندھار کے لئے روانگی ہوئی۔ چمن بارڈر پر پاکستانی امیگریشن کے اہلکاروں نے ہمیں بغیر ویزہ افغانستان میں داخل ہونے سے روک دیا۔ عبدالرحیم صدیقی صاحب نے سرحد پار واقع اپنے افغانی دفتر سے این او سی لا کر دیا تو سرحد پار کرنے کی اجازت ملی۔ وزیر اعظم ملا محمد ربانی کے انتقال کی خبر ہمیں کوئٹہ ہی میں مل گئی تھی۔ قندھار میں ہمیں جس ریسٹ ہاؤس میں ٹھہرایا گیا وہ شہر سے تین چار کلومیٹر باہر واقع تھا۔ اپنی قیام گاہ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ ملا ربانی کی نماز جنازہ شہر میں واقع ایک پارک میں ادا کی جا رہی ہے۔ ہم بھاگم بھاگ وہاں پہنچے لیکن نماز جنازہ ادا کی جا چکی تھی۔ چنانچہ ہم قبرستان چلے گئے جہاں تدفین ہو رہی تھی۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

ہم نے قندھار میں دو دن اور دو دن سے کچھ کم کابل میں گزارے۔ ان چار دنوں میں میری ایک بڑی غلط فہمی کا ازالہ ہوا۔ پہلے میرا خیال تھا کہ طالبان مسلکی اعتبار سے تنگ نظر کٹر حنفی مولوی ہیں لیکن معلوم ہوا کہ یہ بات غلط ہے۔ ان کے دلوں میں بحمد اللہ پوری وسعت موجود ہے۔ وہاں بہت سے لوگ رفع یدین بھی کرتے ہیں لیکن ان کی پیشانی پر ناگواری کی کوئی سلوٹ نظر نہیں آئی۔

ملاقاتوں کی تفصیل

جن افراد سے ملاقات ہوئی ان میں ملا محمد عمر (امیر امارت اسلامی افغانستان)' مولوی عبدالکبیر (قائم مقام وزیر اعظم)' ملا عبدالجلیل اخوند (نائب وزیر خارجہ)' مولوی سعید الرحمٰن حقانی (وزیر صنعت)' محمد امیر خان متقی (وزیر تعلیم)' مولوی احمد جان (وزیر آب و برق)' مولوی عبدالسلام حنفی (نائب وزیر تعلیم)' محمد طیب آغا (پرسنل سیکرٹری امیر المومنین)' ملا محمد حسن رحمانی (گورنر قندھار)' مولوی عبداللطیف منصور (وزیر زراعت) اور عبدالغفور افغانی (پروٹوکول آفیسر) شامل ہیں۔ ان حضرات نے ہمارا انتہائی محبت بھرا استقبال کیا' ہمیں سرکاری مہمان کی حیثیت دی گئی۔ ہماری بھرپور تواضع اور مدارات کی گئی' جسے میں اور میرے ساتھی کبھی نہ بھول سکیں گے۔ ملا محمد عمر سے ملاقات قندھار میں ان کی مسجد میں ہوئی اور مولوی عبدالکبیر سے کابل میں صدارتی محل میں ملاقات ہوئی' باقی تمام افراد خود چل کر ہمارے پاس ملاقات کے لئے آئے۔ ان میں سے کسی شخص میں کسی ناز نخرہ اور عجب و تکبر کا شائبہ تک نہ تھا۔ یہ لوگ پُراعتماد' متواضع اور سنجیدہ طبیعت کے مالک نظر آئے اکثر عہدیدار کم عمر اور چالیس سال سے کم تھے۔ ملا محمد عمر کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ ۴۲ برس کے ہیں جبکہ ان کے پرسنل سیکرٹری کی عمر ۲۵ برس ہے۔ گویا یہ نوجوانوں کی حکومت ہے۔

خلافت راشدہ کی جھلک

میرا پہلا تاثر یہ ہے کہ ایک اعتبار سے طالبان حکومت میں خلافت راشدہ کی مکمل جھلک نظر آتی ہے اور وہ ہے ان کی انتہائی سادگی۔ ملا محمد عمر سے ان کی رہائش کے قریب مسجد میں ملاقات ہوئی۔ ملاقات کے وقت کوئی ہٹو بچو والی کیفیت دیکھنے میں نہیں آئی۔ ملا عمر میں حکمرانوں جیسی اکڑ کا شائبہ تک نہ تھا۔ جب ہم ان سے ملے تو وہ عام سی چادر لئے ہوئے تھے۔ وضع قطع میں عام افغان شہری کی طرح ہیں۔ آواز بہت پست ہے' کم گو ہیں۔ شاید ان میں Shyness بہت ہے یا وہ بہت Reserve رہتے ہیں۔ وہاں جن لوگوں سے ملنا ہوا تو ہم نے محسوس کیا کہ وہ ملا عمر کا بہت احترام کرتے ہیں۔ میں نے اس موقع پر تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام طالبان حکومت اور افغان عوام کے لئے جمع ہونے والی رقم ملا عمر کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کی۔ اس موقع پر جب میں نے ان سے کہا کہ یہ رقم میرے جس ذاتی بریف کیس میں ہے وہ میں آپ کو ذاتی طور پر ہدیہ کرتا ہوں تو ان کے چہرے پر بہت ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور انہوں نے میرے اس نذرانے کو قبول فرما لیا۔

غیر مرئی حکومت

جیسے امریکہ کی فضا میں آزادی ہے اور وہاں حکومت کی موجودگی کا بظاہر احساس نہیں ہوتا یہی بات مجھے افغانستان میں نظر آئی۔ یہاں ہمیں ٹریفک کانسٹیبل کے علاوہ کسی وردی کا وجود نظر نہیں آیا۔ کسی جبر و تشدد' ڈر اور خوف کے آثار یا کوئی فوجی دستے گشت کرتے نظر نہیں آئے۔ البتہ امریکہ کے برعکس یہاں جرائم سے پاک معاشرہ ہے جو بلاشبہ اسلامی تعزیرات کی برکت ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ امریکہ دنیا کی سپر پاور ہونے کے باوجود اپنے معاشرے میں وہ امن و سکون قائم نہیں کر سکا جو افغانستان میں طالبان نے کیا ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ غالباً یہی مشاہدہ ڈاکٹر جاوید اقبال کو ہوا تھا جس پر انہوں نے کہا تھا کہ اگر اس نوع کا نظام چند اور مسلمان ملکوں میں نافذ ہو جائے تو پوری دنیا مسلمان ہو جائے۔

ایک غیر جانبدار گواہی

افغانستان میں پاکستان کے سفیر جناب عارف ایوب نے ہمارے ایک سوال کے جواب میں گواہی دی کہ اگرچہ طالبان جنگی مہارت کے اعتبار سے غیر تربیت یافتہ ہیں لیکن بہت سے تربیت یافتہ افراد سے بہت بہتر ہیں۔ دوسری گواہی انہوں نے یہ دی کہ نظم و نسق کے حوالے سے نہایت کامیاب ہیں اگرچہ سادہ نظر آتے ہیں۔ انہوں

نے CBR سے شکوہ کیا کہ سی بی آر نے افغانستان سے تجارت پر جو قدغنیں لگائی ہیں ان کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایران نے وہاں کی مارکیٹ پر مکمل قبضہ کر لیا ہے۔

بیعت کی برکات

ایک اور شے جو ہمیں نظر آئی وہ بیعت کی برکات ہیں جس کے باعث وہاں نظم وضبط مثالی ہے۔ بیعت کے نظام ہی کی برکت سے افغانستان میں کامل وحدانی نظام قائم ہے تاہم اس میں مشاورت کا عنصر بھی بہت حد تک غالب ہے۔

یہ بات بھی ہمارے علم میں آئی کہ ملا ربانی مرحوم کو بعض معاملات میں ملا عمر مجاہد سے اختلاف تھا مگر بیعت کی برکت سے ملکی معاملات میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا۔ میں نے وہاں متعدد مواقع پر کہا کہ آج افغانستان واحد مملکت ہے جو بیعت کی بنیاد پر قائم ہے جبکہ اقامت دین کی خاطر بیعت کی بنیاد پر بننے والی اس دور میں واحد جماعت تنظیم اسلامی ہے۔

خلافت کیوں نہیں؟

میں نے ان حضرات سے متعدد مواقع پر کہا کہ آپ اپنی حکومت کے لئے امارت اسلامی افغانستان کے بجائے خلافت کا لفظ کیوں اختیار نہیں کرتے۔ بعض حضرات نے دلچسپی سے بات کو سنا اور وعدہ کیا کہ وہ آئندہ مشاورت میں اس پر غور کریں گے۔

جدید تصور ریاست اور طالبان حکومت

ایک سوال کے جواب میں قائم مقام وزیر اعظم مولوی عبدالکبیر نے کہا کہ ابھی تک ہمارے ہاں ریاست کے دو ستون وجود میں آ سکے ہیں' ایک انتظامیہ ہے جو احکامات کی تنفیذ کرتی ہے' دوسرے عدلیہ ہے۔ البتہ مقننہ کا ابھی کوئی وجود نہیں ہے۔ اس سے اندازہ ہوا کہ یہ حضرات جدید تصور ریاست کے تقاضوں سے نہ صرف آگاہی رکھتے ہیں بلکہ مناسب وقت پر اس جانب پیش رفت کے لئے ذہناً آمادہ بھی ہیں۔

تاریخ سازی

میرے بعض ساتھیوں نے طالبان کے مختلف وزراء سے ملاقات کے دوران یہ سوال اٹھایا کہ طالبان اپنی تاریخ کو تحریری شکل کیوں نہیں دے رہے؟ اس پر میرا تبصرہ یہ تھا کہ وہ ابھی تاریخ سازی میں مشغول ہیں اور جب کوئی قوم تاریخ سازی میں مصروف ہوتی ہے اسے تاریخ نویسی کا وقت نہیں ملتا۔ چنانچہ میرا تاثر یہ ہے کہ ہمارے پڑوس افغانستان میں تاریخ ایک بہت اہم موڑ مڑ رہی ہے۔ وہاں ایک عظیم نظام کی بنیاد رکھ دی گئی ہے لیکن ہمیں اس کا احساس نہیں۔ ایک بات اور جو دیکھنے میں آئی وہ یہ کہ پوری دنیا ان کی مخالف ہے لیکن افغان حکومت کو کوئی تشویش نہیں ہے۔ انہیں اللہ کی نصرت وتائید پر کامل بھروسہ ہے اور وہ دنیا کی ہر طاقت سے ٹکر لینے کے لئے تیار ہیں۔

ملا عمر کے مشورے

ملا عمر نے کہا ہے کہ ہم اپنے اپنے ملکوں میں اقامت دین کی جدوجہد بھرپور طور پر جاری رکھیں۔ تاہم اس کام کے لئے علماء کرام کی رہنمائی اور اشیرواد ضرور حاصل کی جائے۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ موجودہ حالات میں حکومت سے تصادم کی کوئی روش اختیار نہ کی جائے۔

(مرتب: فرقان دانش خان)

خبر نامہ اسلامی امارت افغانستان / ضرب مؤمن ۲۷ اپریل تا ۳ مئی ۲۰۰۱ء

بدخشاں: باغیوں کے مظالم سے تنگ آ کر دو ہزار خاندانوں کی ہجرت

شمالی اتحاد کے زیر قبضہ صوبے بدخشاں کے مختلف اضلاع سے دو ہزار خاندانوں نے ہجرت کر کے امارت اسلامیہ کے زیر قبضہ علاقوں میں پناہ حاصل کر لی ہے اور تا حال ہجرت کرنے کا یہ سلسلہ جاری ہے۔ امارت اسلامیہ کے علاقوں میں پناہ لینے والوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور یومیہ اوسطاً چالیس خاندان ہجرت کر رہے ہیں۔ ان مہاجرین میں تمام وہ لوگ شامل ہیں جو باغیوں کے ظلم وستم اور حالات کی سنگینی کے باعث تنگ آ کر ہجرت کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ تخار کے غیر مقبوضہ اضلاع فرخار و رنج خواجہ بہاء الدین اور بدخشاں کے شہری علاقوں سے بزرگ' خواتین' بچے اور نوجوان ہجرت کرنے والوں میں شامل ہیں۔ بعض مہاجرین نے بتایا کہ دوران سفر راستے میں ان تمام علاقوں سے گزرتے ہوئے باغیوں نے ہمارا تمام مال واسباب اور جانور لوٹ لئے۔ مہاجرین نے بتایا کہ خشک سالی' غربت اور فقر وفاقہ اور باغیوں کے دیگر ظلم وستم کے علاوہ باغیوں کی طرف سے کی جانے والی جبری بھرتی کے خوف سے ہم نے ہجرت کی ہے' کیونکہ باغی کمانڈر ہمیں جنگ کا ایندھن بنانا چاہتے ہیں۔

شمالی افغانستان: ٹڈی دل کے لشکر نے فصلوں پر یلغار کر دی

شمالی افغانستان کے صوبوں اور قندوز میں ٹڈی دل کے لشکر نے فصلوں پر یلغار کر دی ہے۔ یہ ٹڈیاں جس طرف کا رخ کرتی ہیں اس علاقے میں موجود تمام سبزے کو تباہ کر دیتی ہیں۔ حضرت امیر المؤمنین نے متعلقہ صوبوں کے گورنروں کو خصوصی ہدایات جاری کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان کے سدباب کے لئے تمام تر کوششیں بروئے کار لائی جائیں۔ مقامی حکام نے کہا ہے کہ اگر دیگر مسلم ممالک اور مسلمان بھائیوں نے تعاون نہ کیا تو شمالی افغانستان کی تمام تر زراعت ختم ہو کر رہ جائے گی۔ زرعی ماہرین کے مطابق یہ ٹڈیاں ہر ماہ ستر انڈے دیتی ہیں اور ہر انڈے میں لاتعداد بچے ہوتے ہیں۔ ادھر ستم ظریفی یہ ہے کہ بعض رفاہی ادارے زائد المیعاد اسپرے دوائیاں فی بوتل تین امریکی ڈالر سے بھی زائد وصول کر رہے ہیں جبکہ یہ ادویات ان اداروں کو مفت ملی ہیں۔

کابل: لائبریریوں کی تلاشی ۱۶۲ غیر اسلامی کتب اور ۵۰۰ تصاویر برآمد

وزارت امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے مرکزی اہلکاروں نے کابل شہر میں مختلف کتب خانوں اور لائبریریوں سے ۱۶۲ غیر اسلامی کتب اور ۵۰۰ تصاویر برآمد کر لیں۔ ان غیر اسلامی کتب اور تصاویر کی خرید و فروخت کے کاروبار میں ملوث افراد کے خلاف تادیبی کارروائی کی گئی۔ علاوہ ازیں وزارت کے اہلکاروں نے ایک اور کارروائی کے دوران تیس افراد کو داڑھی کم کرنے کے جرم میں شرعی سزا سنائی۔

قندھار: قاتل کو قصاصاً قتل کر دیا گیا

قندھار شہر میں ایک قاتل کو سر عام قصاصاً قتل کر دیا گیا۔ صوبہ اروزگان کے ضلع چوری کے باشندے نعمت اللہ ولد عبدالعزیز نے کچھ عرصہ قبل اپنے بھائی ملا شہزادہ کو قتل کر دیا گیا تھا۔ تینوں شرعی عدالتوں سیشن کورٹ' ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ نے مکمل تحقیق اور تفتیش کے بعد قاتل کو قصاصاً قتل کرنے کا فیصلہ سنایا۔ بعد ازاں حضرت امیر المؤمنین کی توثیق کے بعد اس فیصلے پر قندھار کے مرکزی اسٹیڈیم میں ہزاروں افراد کے مجمع عام میں عملدرآمد کیا گیا۔ اس موقع پر منعقدہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے امارت اسلامیہ کے اعلیٰ سرکاری عہدیداروں اور علماء کرام نے حدود وقصاص پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔

امریکہ چین کشمکش...... اور پاکستان

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

عام تاثر یہ ہے کہ جونیئر بش کے وائٹ ہاؤس میں داخل ہوتے ہی امریکہ کی خارجہ پالیسی میں انقلابی تبدیلیاں آنی شروع ہوگئی ہیں۔ صدر کلنٹن جو چین سے پارٹنر شپ کی پالیسی اپنائے ہوئے تھے اس کو مکمل طور پہ تبدیل کر دیا گیا ہے اور امریکہ نے چین کے خلاف جارحانہ پالیسی اپنائی ہے۔ چین کا گھیرا تنگ کرنے کی پالیسی بڑے زور وشور سے شروع کر دی گئی ہے اور تائیوان کو جدید ترین اسلحہ کی ترسیل شروع ہوگئی ہے۔ ہماری رائے میں یہ تاثر سراسر غلط ہے۔ امریکہ میں جمہوری ادارے انتہائی مضبوط ہو چکے ہیں اور ٹو پارٹی سسٹم (دو جماعتی نظام) کی جڑیں بہت گہری ہو چکی ہیں۔ لہٰذا سیاسی میدان میں آگے آنے والا شخص ری پبلکن پارٹی سے ہو یا ڈیموکریٹک پارٹی سے' وہ ایک ایسی چھلنی سے گزر کر آتا ہے کہ پارٹی لائن سے بالکل مختلف یا متضاد پالیسی اختیار کرنا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے' خصوصاً خارجہ پالیسی میں حکومتی پارٹی دوسری پارٹی کو مکمل طور پر اعتماد میں لے کر چلتی ہے۔ چھوٹے بڑے تمام معاملات کا بڑی باریک بینی سے جائزہ لیا جاتا ہے' مختلف سطحوں پر مشاورتی اجلاس ہوتے ہیں' تھنک ٹینکس بھی اہم رول ادا کرتے ہیں۔ اس طرح نتائج مرتب کر کے صدر کو بریفنگ دی جاتی ہے۔ تب کہیں جا کر حتمی فیصلہ ہوتا ہے۔ آج جو کچھ امریکہ چین کے خلاف کام کرتا ہوا نظر آ رہا ہے' اس کی تیاری مکمل طور پر کلنٹن کے دور ہی میں ہوئی تھی۔ فرق صرف یہ ہے کہ کلنٹن جو کچھ در پردہ پارٹنر شپ کی چادر چڑھا کر چین کے خلاف کر رہا تھا' بش نے وہ چادر اتار دی ہے۔ چین کلنٹن کی اس حکمت عملی سے لاعلم نہیں تھا۔ وہ ایک طرف اس کی پارٹنر شپ پالیسی کا فائدہ اٹھا رہا تھا اور دوسری طرف امریکہ کے حقیقی عزائم کا مقابلہ کرنے کی پوری تیاری کر رہا تھا۔ بش نے جب امریکی جارحیت کا اظہار ضروری سمجھا تو چین نے بھی اسے اسی زبان میں جواب دیا۔ امریکہ چین کی فضائی خلاف ورزی پچاس سال سے کر رہا تھا۔ ایک زمانہ تھا چین روزانہ باقاعدہ اعلان کرتا تھا کہ آج امریکہ نے اتنے ہزار اتنے سو مرتبہ خلاف ورزی کی ہے۔ جب امریکہ چین تعلقات پر دوستی کا خول چڑھنا شروع ہوا تو چین نے یہ گنتی بند کر دی لیکن امریکہ نے فضائی خلاف ورزیاں جاری رکھیں۔ چین نے چند ہفتے پہلے بش کو ایک جوابی جھٹکا دیا اور اس کے جاسوسی طیارے کو Intercept کیا جس سے اگرچہ چینی جہاز تباہ ہو گیا لیکن چین امریکی جہاز کو بمع عملہ چین میں اتارنے میں کامیاب ہو گیا۔ امریکہ کو جہاز کا عملہ واپس لینے کیلئے سرعام معافی مانگنی پڑی البتہ خالی جہاز کا مسئلہ ابھی تک الجھا ہوا ہے۔ بہرحال اس تفصیلی تمہید سے مقصد یہ تھا کہ امریکہ کی خارجہ پالیسی تبدیل نہیں ہوئی' صرف اس کی نقاب کشائی ہوئی ہے اور اس نقاب کشائی کی وجہ بھی یہ ہے کہ امریکہ سمجھ چکا تھا کہ چین کے محاصرے کی پالیسی کو اب زیادہ دیر تک پوشیدہ نہیں رکھا جا سکتا۔ بالفاظ دیگر سب کچھ طے شدہ منصوبے اور شیڈول کے مطابق ہوا ہے۔

ابو الحسن

امریکہ جب سے سپر پاور بنا ہے وہ اپنے لئے ایک ہدف کا تعین کر لیتا ہے اور اس کی طرف بڑھنا شروع کر دیتا ہے۔ اگر معمولی نوعیت کی کوئی رکاوٹ ہو تو اسے روند ڈالتا ہے۔ لیکن اگر کوئی بڑی رکاوٹ پیش آ جائے تو عارضی طور پر اپنے ہدف کی طرف مارچ روک دیتا ہے اور پہلے اس رکاوٹ سے نمٹنے کیلئے داؤ پیچ کھیلنے شروع کر دیتا ہے۔ لیکن اپنے ہدف کو حاصل کرنے کی کوشش ترک نہیں کرتا۔ ماضی قریب میں اس کے اس طریقہ کار کی دو بڑی مثالیں سامنے آئی ہیں۔ سوویت یونین کو بحیثیت سپر پاور ختم کرنا اس کا Main ہدف تھا۔ جب سوویت یونین نے افغانستان میں مداخلت کی حماقت عظمیٰ کی تو امریکہ نے سوویت یونین کے خلاف پاکستان کے کندھوں پر سوار ہو کر پراکسی وار کی اور سوویت یونین کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس موقع پر چونکہ اصل ہدف سوویت یونین کو بحیثیت سپر پاور ختم کرنا تھا لہٰذا پاکستان جیسی اسلامی ریاست کا ایٹمی قوت بن جانا بھی برداشت کر لیا۔ دوسری مثال نیو ورلڈ آرڈر کی مکمل تنفیذ ہے۔ امریکہ کا خیال تھا کہ سوویت یونین کے خاتمے کے بعد نیو ورلڈ آرڈر کی تکمیل میں کوئی بڑی رکاوٹ سامنے نہیں آئے گی' خصوصاً اس صورت میں جب کہ جنوبی ایشیا میں بھارت اور مشرق وسطیٰ میں اسرائیل اس کی مکمل حمایت اور تائید پر آمادہ تھے لیکن چین نے نیو ورلڈ آرڈر کو مکمل طور پر رد کر دیا اور اس سلسلے میں امریکی کوششوں کی زبردست مزاحمت کرنے کا اعلان کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کلنٹن نیا نیا وائٹ ہاؤس میں داخل ہوا تھا۔ آغاز میں یوں محسوس ہوتا تھا اور کلنٹن کا انداز بتاتا تھا کہ وہ نیو ورلڈ آرڈر کی تنفیذ کیلئے چینی مزاحمت کو روند ڈالے گا' لیکن جب چین کی قوت اور حیثیت کے معاملے میں سرکاری اور غیر سرکاری تجزیات سامنے آئے تو امریکہ نے نیو ورلڈ آرڈر کی طرف بڑھتے ہوئے اپنے قدم عارضی طور پر روک لئے اور چینی مزاحمت کو مختلف انداز سے ختم کرنے کی کوششیں شروع کر دیں جس میں ترغیب و تحریص کا انداز نمایاں تھا۔ اسے اقتصادی لحاظ سے Most Favourite Country قرار دیا۔ اس سے خسارے کی تجارت کی۔ یہ سب کچھ دو مقاصد کے لئے کیا گیا۔ ایک تو یہ کہ چین کو اقتصادی فائدے کی ایسی چاٹ پڑے کہ وہ دوسرے معاملات میں امریکہ کے ساتھ دوستی اور تعاون کا رویہ اختیار کرے۔ دوسرا یہ کہ اس خسارے کی تجارت کی بدولت امریکہ کو چین کے اندر اثر و رسوخ حاصل ہو جائے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ امریکہ چین کے پڑوس میں ایسے حالات پیدا کرنے کی کوششیں بھی کرتا رہا کہ چین کا محاصرہ کرنا آسان ہو جائے۔ بھارت سے خصوصی تعلقات اور آزادیٔ کشمیر کی تحریک کا ساتھ دینا امریکہ کی ان ہی کوششوں کا حصہ ہے۔ لیکن چین اتنا سادہ نہ تھا جتنا امریکہ سمجھ رہا تھا۔ چین نے ایک طرف امریکہ کے اقتصادی تعاون کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور دوسری طرف اس کی عسکری نقل و حمل اور طور طریقوں کا بڑی باریک بینی سے جائزہ لیتا رہا' اور بڑی خاموشی سے اس کا توڑ بھی کرتا رہا۔

(جاری ہے)

ضرورت رشتہ

بیوہ' عمر ۲۰ سال' ایک بچی' تعلیم ایف اے' باپردہ' صوم و صلوٰۃ کی پابند کے لئے دینی گھرانے سے موزوں رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

رابطہ: قرۃ العین' معتمد تنظیم اسلامی لاہور چھاؤنی
جامع مسجد خدام القرآن اکیڈمی روڈ والٹن
(ملاقات شام 6 تا 8 بجے) فون: 6684701

سفر نامہ افغانستان

تنظیم اسلامی کے وفد کے حالیہ دورۂ افغانستان کی لمحہ بہ لمحہ روداد

شاہد اسلم

پس منظر

پاکستان ایک نظریئے کی بنیاد پر حاصل کیا گیا۔ اس کے حصول کے لئے لاکھوں قربانیاں دی گئیں مگر قائداعظم کی وفات کے بعد ہر آنے والا لیڈر ملک کو سیکولرازم کی جھولی میں ڈالتا چلا گیا۔ اس سیکولرازم کا راستہ روکنے کے لئے اور باطل واستحصالی نظام کو ختم کرنے کے لئے دینی جماعتوں نے عوام میں دینی شعور اور عمل اجاگر کرنے کی بجائے سیکولرازم ہی کے انتخابی طریقہ کار کو اپنا لیا اور انہی بھول بھلیوں میں پڑ کر وہ عوام کو صراط مستقیم دکھانے لگے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سیکولرازم تو اپنی جڑیں مضبوط کرتا چلا گیا مگر دینی جماعتیں تقسیم در تقسیم ہوتی چلی گئیں۔

انہی حالات میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب مدظلہ العالی نے قرآن کی دعوت اور نبی اکرم ﷺ کے منہج انقلاب کو معاشرے میں عام کرنا شروع کیا۔ اپنے پروفیشن یعنی ''ڈاکٹری'' ایم بی بی ایس کی ڈگری اور پریکٹس کو خیر باد کہا اور شب و روز اس نقطۂ نظر کو پھیلانے میں صرف کرنے لگے کہ ہمارے مسائل کا حل یا نظام کی تبدیلی انتخابات میں نہیں بلکہ نبیؐ کے طریقہ انقلاب میں مضمر ہے اور اس کے لئے بیعت سمع و طاعت کی بنیاد پر ایک منظم جماعت کی ضرورت ہے جو دعوت' تنظیم' تربیت' صبر محض' اقدام اور ''پرامن تصادم'' کے راستوں سے گزر کر باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑ دے اور مکمل اسلامی نظام قائم کر دے جس پر اس ملک کی بقا منحصر ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے یہ دعوت غیر محسوس انداز سے معاشرے میں جدید پڑھے لکھے طبقے' نوجوانوں' علماء کرام اور دینی جماعتوں کے دلوں میں جگہ بناتی جا رہی ہے۔

افغانستان میں جب سے اسلام آیا ہے' اس میں علماء کا کردار مرکزی رہا ہے۔ عوام الناس میں دینی غیرت و حمیت کا جذبہ انہی کا مرہون منت ہے۔ یہ علماء مساجد و مدارس میں دین کی خدمت کرتے رہے' چاہے ملک پر بادشاہ یا امیر حکمرانی کرتے رہے' تا آنکہ ظاہر شاہ اور داؤد کے زمانے میں کمیونزم نے اپنی بنیادیں مضبوط کرنا شروع کریں۔ علماء عوام الناس کو اس کی برائیوں سے آگاہ کرتے اور بادشاہوں نے بقول علامہ اقبال۔

افغانیوں کی غیرت دیں کا ہے یہ علاج
ملا کو اس کے کوہ و دمن سے نکال دو

کے مصداق علماء و طلباء پر ظلم وستم ڈھانا شروع کیا لیکن وہ برداشت کرتے رہے اور بغاوت نہ کی یہاں تک کہ ببرک کارمل کے زمانے میں کمیونسٹ نظریہ رکھنے والی روسی فوجیں افغانستان میں داخل ہو گئیں۔ تب تمام علماء نے فتویٰ دیا کہ جہاد فرض ہو چکا ہے۔ لاکھوں افغان مہاجر بنے' جدید وقدیم پڑھے لکھے نوجوانوں نے اپنے خون سے ارض افغانستان میں نئی تاریخ رقم کرنا شروع کی۔ ۱۲ سالہ طویل جنگ جس میں پندرہ لاکھ شہید' پانچ لاکھ معذور اور لاکھوں کی تعداد میں عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہوئے۔ بستیوں کی بستیاں اجڑ گئیں۔ ان قربانیوں کی بدولت دنیا کی دوسری بڑی سپر پاور روس کو ناکام و نامراد افغانستان سے نکلنا پڑا۔

مگر آسمان رو پڑا' زمین دہل گئی' مسلمان شرم سے منہ چھپانے اور کافر مذاق اڑانے لگے جب انہوں نے دیکھا کہ وہ مجاہد لیڈر جن کی قیادت میں نوجوانوں نے قربانیاں دی تھیں' وہ متحد رہنے اور غریب اور دربدر عوام کی خدمت کرنے کی بجائے اقتدار کے حصول کے لئے اس اسلحے کو' جو انہوں نے روس سے چھینا تھا اور جسے آئندہ اسلامی ملک کی حفاظت اور کفر کے خاتمے کے لئے کام آنا تھا' ایک دوسرے پر چلانا شروع کر دیا۔ کابل کی خوبصورت آبادی اور صنعتی علاقوں کو تباہ کر دیا' ایسے جیسے کوئی ظالم فاتح اپنے مفتوح علاقوں کو برباد کرتا ہے۔

پھر انہی لیڈروں نے اپنے اپنے کنٹرول شدہ علاقوں میں جابرانہ ٹیکس لینا شروع کر دیئے۔ ایک تاجر اگر جلال آباد سے کابل اور وہاں سے قندھار یا مزار شریف جانا چاہتا تو اسے کئی پھاٹکوں پر ٹیکس ادا کرنا پڑتا۔ خواتین اور نوجوان بچوں کی عزتوں کی بے حرمتی ہوتی۔ وہ علماء اور طالب علم جو روس کے چلے جانے کے بعد اپنے مدارس و مساجد میں واپس چلے گئے تھے کہ اب جہاد ختم ہو چکا ہے' اب پھر پریشان ہوئے کہ یا اللہ کیا روس کو اس لئے نکالا تھا کہ وہی کمیونسٹ عناصر پھر اس ملک کے امور میں شریک ہو جائیں اور جہادی لیڈر خود ہی عوام کا استحصال کرنا شروع کر دیں۔

ان حالات میں اللہ کی رحمت جوش میں آئی اور ایک غیر معروف جہادی و علمی شخصیت جس کی ایک آنکھ جہاد میں شہید ہو چکی تھی اور جس کی تعلیم بھی مکمل نہ ہوسکی تھی وہ روس کے جانے کے بعد قندھار کے مضافات میں واقع مدرسے میں تعلیم و تعلم کی ذمہ داری ادا کرتے ہوئے اچانک ایک دن اپنی درسی کتاب کو الماری میں رکھتے ہوئے یہ عزم کرتا ہے کہ جب تک یہ ظلم بند نہ ہو جائے اور اسلامی نظام مکمل طور پر قائم نہ ہو جائے میں چین سے نہ بیٹھوں گا اور پھر چند دنوں میں وہ اردگرد کے مدارس کے طلبہ سے رابطہ کر کے انہیں اکٹھا کرتا ہے اور انہیں منظم کر کے اس تحریک کا آغاز کر دیتا ہے جس کا نام آج پوری دنیا میں مشہور ہے یعنی ''تحریک اسلامی طالبان'' اور جس کے خلوص اور محنت و قربانیوں کے نتیجے میں آج افغانستان کے ۹۵ فیصد علاقے پر اسلام کا جھنڈا اپنی پوری آب و تاب سے لہرا رہا ہے۔ اس گوشہ نشین شخصیت کا نام ملا محمد عمر مجاہد مدظلہ العالی ہے جو اپنے عزم میں پہاڑوں سے زیادہ مضبوط اور عوام کے دکھوں میں شریک اور ان کی خوشحالی کے لئے بے قرار ہیں' جن کے نام سے عالم کفر کانپ رہا ہے' جن کے ہاتھ پر اکثر علماء جہادی کمانڈروں حتیٰ کہ اسامہ بن لادن نے بھی بیعت کر رکھی ہے۔

امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب جو ایک عرصے سے آنے والے حالات میں افغانستان کے مرکزی رول کا ذکر احادیث کی روشنی میں کرتے رہے ہیں کہ اسی ارض افغانستان اور پاکستان سے اسلام کے غلبے کے لئے دو لشکر چلیں گے جو ایک طرف ہند پر اور دوسری طرف یروشلم (فلسطین) جس پر یہودیوں کا قبضہ ہوگا' حملہ کریں گے۔ ڈاکٹر صاحب غلبہ اسلام کی خوشخبریاں اس وقت سناتے تھے جبکہ جہادی لیڈر اپنے ہاتھوں افغانستان کو تباہ کر رہے تھے اور باہم دست و گریباں تھے۔ محترم ڈاکٹر صاحب اتحاد اور کامیابی کا حل بھی بیان فرماتے کہ جب تک ایک امیر کے ہاتھ پر بیعت نہ کی جائے گی' حالات نہ سنبھلیں گے۔ الحمد للہ جب ملا محمد عمر صاحب کے ہاتھ پر اکثر و بیشتر علماء و جہادی کمانڈروں نے بیعت کر لی اور اسلامی نظام کو نافذ کر دیا اور اس کی برکات عام ہونا شروع ہوئیں تو ڈاکٹر صاحب کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ ہم خود جا کر دیکھیں بلکہ بعض پہلوؤں سے جو خلا ہے اسے بھی افغان قیادت پر واضح کیا جائے مگر اپنے گھٹنوں کی مجبوری کی وجہ سے نہ جا سکے۔

البتہ ۱۹۹۸ء میں تمام امراء و ناظمین حلقہ جات تنظیم اسلامی کا پہلا وفد جلال آباد اور کابل گیا جہاں طالبان قیادت' وزراء و چیف جسٹس سے ملاقات ہوئی اور ان کے سامنے اپنا موقف اور امیر محترم کی کتاب ''خطبات خلافت'' پیش کی۔ دوسرا اور تیسرا وفد ناظم اعلیٰ جناب ڈاکٹر عبدالخالق' نائب امیر حافظ عاکف سعید' میجر فتح محمد اور رشید عمر صاحبان

پر مشتمل تھا۔ الحمد للہ اس طرح طالبان قیادت سے قریبی روابط قائم ہوئے اور سمجھنے سمجھانے کا موقع ملا۔

سفر نامہ

اللہ کے فضل و کرم سے امیر محترم خود افغانستان جا کر وہاں کے حالات کا جائزہ لینے اور قیادت سے ملاقات کا عزم رکھتے تھے لہٰذا ایک وفد امیر محترم کی قیادت میں تشکیل پا گیا۔ ادھر اگر طالبان حکومت سے ملاقات امیر محترم کی خواہش تھی تو وہاں افغان قیادت بھی آپ کی آمد کے لئے ایک عرصہ سے منتظر تھی جس کا اظہار نائب وزیر خارجہ ملا عبد الجلیل اخوند صاحب نے اپنی ملاقات میں کیا۔ لاہور سے امیر محترم ۱۵ اپریل بروز اتوار درس قرآن کے بعد دوپہر ایک بجے اکیڈمی سے روانہ ہوئے۔ ان کے ہمراہ نائب امیر حافظ عاکف سعید، وقار احمد صاحب، شمس الحق صاحب، ماہان مرزا صاحب، خالد صاحب، فرخ صاحب، وامق صاحب، سلیمان صاحب اور راقم شامل تھے۔ فلائٹ دو بج کر پچاس منٹ پر لاہور سے کوئٹہ جانی تھی۔ ایئر پورٹ پہنچنے پر علم ہوا کہ فلائٹ میں تاخیر ہے۔ وہیں مسجد میں نماز باجماعت ادا کی۔ وقفے وقفے سے فلائٹ کی مزید تاخیر کا اعلان ہوتا رہا کیونکہ پائلٹوں نے ہڑتال کر رکھی تھی۔ لاکھوں روپوں میں تنخواہ لینے والوں کا مطالبہ تھا کہ ان کی تنخواہ اور مراعات میں اضافہ کیا جائے۔ بہرحال ایئر پورٹ کے لاؤنج میں خواتین و حضرات کا رش تھا۔ ٹیلی ویژن لگا ہوا تھا جس پر مسجد نبوی کی تعمیر کی فلم دکھائی جا رہی تھی۔ اس کے بعد تو ڈسکو ڈانس اور پاپ سنگرز کے "پاپی" انٹرویوز شروع ہو گئے اور حدود و قیود سے پاک کمرشل ایڈ۔ میں سوچ رہا تھا کہ ہم نے دین کے تصور کو کتنا محدود اور بے حیا کلچر کو کتنا لامحدود کر دیا ہے اور اسی کے اثرات ہیں کہ ایئر پورٹ پر نظریں جھکی ہی رہیں کیونکہ اکثر خواتین نے لباس تو پہنا ہوا تھا مگر نبیؐ کی حدیث کی رو سے لباس کے باوجود ننگی یا کم از کم نیم عریاں تھیں۔ ظاہر ہے میڈیا انسانوں کے اذہان پر راج کر رہا ہے۔ آخر کار ۵ بجے فلائٹ کی رخصتی کا اعلان ہوا۔ فضا میں ہر طرف بادل چھائے ہوئے تھے۔ اللہ کی قدرت کے نظارے ہر سو نظر آ رہے تھے۔ بادلوں کے پہاڑوں کو چیرتے ہوئے ہم کوئٹہ پہنچے۔ کوئٹہ جو اپنے خوبصورت منظر کے لحاظ سے مشہور ہے آج کچھ زیادہ ہی خوبصورت نظر آ رہا تھا۔ بادل ہر سو چھائے ہوئے تھے اور بارش بھی شروع ہو چکی تھی۔ ٹھنڈی خوشگوار ہوا اور کراچی سے وفد میں شامل ہونے والے رفقاء نے ہمارا استقبال کیا۔ کراچی سے سیف اللہ پراچہ صاحب، زین العابدین صاحب، محمد آصف صاحب، صفدر اللہ صاحب، عبد الرحمن صاحب، سکھر سے غلام محمد سومرو صاحب، احمد صادق سومرو صاحب جبکہ سرحد سے ڈاکٹر صافی صاحب اور میجر فتح محمد صاحب ہمارے وفد میں شامل تھے۔ تمام رفقاء و احباب افغان قونصلیٹ کی وین میں بیٹھ کر قونصلیٹ پہنچے جہاں چائے سے تواضع کی گئی۔ تھرڈ سیکرٹری جناب عبد الرحیم صدیقی صاحب سے تعارف ہوا۔ موصوف بالکل نوجوان ہیں۔ ایم بی اے کیا ہوا ہے اور صوبہ پکتیا کے رہنے والے ہیں۔ مسکراتا چہرہ، بالکل صاف اردو زبان بولتے ہیں۔ وفد نے بھی اپنا تعارف کروایا۔ رات بلوم سٹار ہوٹل کوئٹہ میں گزاری۔ طے یہ ہوا کہ صبح نماز فجر کے فوراً بعد چائے پی کر دو عدد ہائی ایس ویگنوں میں جن میں ایک قونصلیٹ کی ہو گی چمن تک سفر کیا جائے گا اور پھر افغان بارڈر سے وزارت خارجہ افغانستان کی خصوصی گاڑیاں ہمیں قندھار لے جائیں گی۔ کوئٹہ شہر سے گزرتے ہوئے احساس ہوا کہ انگریز کے زمانے کے بنے ہوئے گورنرز اور ریسٹ ہاؤس آنکھوں کو چندھیا دیتے ہیں مگر دوسری طرف غریبوں کی بستیاں آنکھوں کو نم ناک کر دیتی ہیں۔ آج یہی فرق و تفاوت ایک سوالیہ نشان بن کر عوام کے دلوں میں آگ کا الاؤ بھڑکا رہا ہے کہ جنہیں احادیث کی روشنی میں عوام کا خادم بننا چاہئے تھا، وہ عوام الناس کو جانور سمجھ کر ان سے خدمت کرواتے ہیں۔ عوام کے خون پسینے کی کمائی سے ان کے محلات اور پروٹوکول کے خرچے پورے ہوتے ہیں اور عوام کی کوئی خواہش جن میں سرفہرست عادلانہ اسلامی نظام اور بنیادی ضروریات ہیں، پوری نہ ہو سکیں۔

ہم چمن کی طرف بڑھ رہے تھے۔ خوجک پہاڑ، جو کوئٹہ سے دور اور چمن کے قریب واقع ہے، کافی بلندی رکھتا ہے اور اس کی بل کھاتی سڑکیں طورخم کی طرح ہیں یا مری کے راستوں کی طرح اس فرق کے ساتھ کہ یہ بالکل صاف اور خشک ہیں۔ اوپر سے چمن کا علاقہ ماچس کی بکھری ہوئی ڈبیوں کی طرح نظر آتا ہے۔ عبد الرحیم صدیقی صاحب ہماری راہنمائی کے لئے ہمارے ساتھ تھے۔ چمن قندھار بارڈر پر پہنچ کر جب ہم آگے بڑھنے لگے تو پاکستانی اہلکار نے ہمیں روک لیا کہ آپ آگے نہیں جا سکتے۔ گاڑیاں موڑ کر پاکستانی سرحد کے کنارے لگا دی گئیں۔ امیر محترم کو سائے میں بٹھا دیا گیا۔ کچھ ہمیں بھی اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ سفارت خانہ اور قونصلیٹ افغانستان سے قریبی روابط ہونے کے باوجود ویزا لگانے کا خیال نہ آیا اور سیکرٹری صاحب ہمارے ساتھ تھے اور ان کی وین میں ہم سوار تھے۔ پاسپورٹ ہمارے پاس اور حکومت افغان ہماری میزبان تھی۔ یعنی انہیں کوئی اعتراض نہ تھا کہ ہم قندھار جائیں۔ مگر جس رعونت سے پاکستانی اہلکار نے ہمیں واپسی کا حکم دیا گویا کہ وہ ملک کا چیف ایگزیکٹو ہے۔ صدیقی صاحب گاڑی میں بیٹھ کر اپنے علاقے میں گئے اور اپنی فارن منسٹری کے آفس سے ہمارے لئے این او سی لے کر آ گئے تب ہمیں افغانستان جانے کی اجازت دی گئی۔ ویسے پاکستانی پاسپورٹ پر بغیر ویزہ لگائے آپ سنگاپور و دیگر کئی ممالک جا سکتے ہیں۔ بارڈر پر کھڑے کئی مشاہدات ہوئے جن میں ایک یہ کہ ایک افغانی معذور بچہ اپنی بوسیدہ حال گدھا گاڑی پر سکریپ لے کر آ رہا تھا کہ پاکستانی سپاہی نے اس کے ٹائروں سے ہوا نکال دی۔ وہ بچہ اور گدھا تقریباً تین گھنٹے جوہڑ کے کنارے بے کس ہو کر پڑے رہے حتیٰ کہ ان کے جاننے والا دوسرا گدھا گاڑی لایا اور جب بھاری سکریپ اس کے ساتھیوں نے دوسری گاڑی پر لاد دیا تو پاکستانی اہلکار نے پھر اس کی بھی ہوا نکال دی لیکن قبل اس کے کہ ہوا بالکل نکل جاتی مجبور و لاچار بچے اپنی گدھا گاڑی کو بھگا کر لے گئے۔ میں سوچتا رہ گیا کہ ہمارے ملک میں بے شمار ممنوعہ چیزیں کسٹم افسروں کی نگاہوں کے سامنے سمگل ہو کر آتی ہیں۔ نہ سمگلروں کی ہوا نکلی نہ کسٹم افسروں کی اور یہی نبی اکرم ﷺ نے قوموں کی تباہی کا نقطہ بیان فرمایا کہ بڑا بااثر کوئی گناہ کرے تو معاف کر دیا جائے جبکہ مجبور اور غریب کرے تو وہ سزاوار ٹھہرے۔

اسی دوران جیش محمدؐ کی معروف شخصیت عبد اللہ شاہ مظہر امیر محترم کے پاس حاضر ہوئے اور انہوں نے خیر و عافیت دریافت کی۔ صدیقی صاحب کی راہنمائی میں ہم بارڈر کراس کر گئے۔ آگے وزارت خارجہ کی گاڑیوں میں سوار ہوئے۔ صدیقی صاحب اپنی گاڑی میں جنوبی افریقہ سے آئے ہوئے وفد کو لے کر اور ہمیں الوداع کر کے کوئٹہ چلے گئے۔ افغان بارڈر پر دونوں طرف مختلف مصنوعات اور کھانے پینے کی اشیاء کی دکانیں بھری پڑی تھیں۔ نئی اور پرانی گاڑیاں برائے فروخت بھی موجود تھیں ہاں یہ الگ بات ہے کہ جیل روڈ لاہور کی طرح کے شوروم تو نہ تھے، کچی دیواروں کے اندر گاڑیاں کھڑی تھیں مگر اس فرق کے علاوہ یہ تھا کہ جو گاڑی پاکستان میں ۵۰ لاکھ کی ملتی ہے وہ یہاں ۱۵ لاکھ میں مل سکتی ہے۔ ہمارا پہلا مختصر قیام ضلع سپن بولدک کے والی کا دو کمروں پر مشتمل مہمان خانہ تھا جہاں کچھ دیر رفقاء نے کمر سیدھی کی، وضو کیا اور نماز باجماعت ادا کی۔ مشورہ ہوا کہ کھانا قندھار جا کر کھایا جائے، ساتھیوں نے صبح کا ناشتہ بھی نہیں کیا تھا۔ بہرحال مجاہدین کی سرزمین میں آ کر پہلا مجاہدہ مع النفس کرنا پڑا۔ بولدک ہی سے معلوم ہوا کہ ملا محمد ربانی صاحب جو ملا عمر صاحب کے دست راست اور وزیر اعظم افغانستان تھے وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہم قندھار کی طرف بڑھ رہے تھے۔ حد نگاہ تک خشک زمین اور پہاڑ تھے۔ سڑک کچھ دیر تو بالکل ٹھیک رہی مگر ۳۰ کلومیٹر کے بعد بالکل تباہ ہو چکی تھی۔ نجانے کتنی دفعہ ٹینک اس کو روند چکے تھے۔ راستے میں آنے والے پل کتنی دفعہ ادھڑ چکے تھے۔ لہٰذا جو راستہ سوا گھنٹے میں

طے ہوسکتا تھا۔ اس پر تقریباً تین گھنٹے لگے۔ یہ الگ بات ہے کہ افغان ڈرائیور اس تباہ حال سڑک پر گاڑیاں یوں چلاتے ہیں جیسے ہم جی ٹی روڈ پر۔ مقررہ وقت سے پہلے ہم قندھار پہنچے۔ وضو کر کے امیر محترم وفد سمیت سیدھے جنازہ گاہ کی طرف چلے لیکن ہمارے پہنچنے سے پہلے ملا عمر صاحب نماز جنازہ پڑھا چکے تھے۔ ہم سب پھر قبرستان کی طرف گئے۔ امیر محترم سفر کی تھکاوٹ کے باوجود کافی دیر قبر کے پاس بیٹھے رہے جو ابھی تیار ہو رہی تھی۔ نوجوان طلبہ وعلماء اور عوام سے شہداء کا قبرستان بھرا ہوا تھا۔ ایک ایمبولینس میں مرحوم کا جسد خاکی لایا گیا۔ امیر محترم اٹھ کر چہرہ دیکھنے کے لئے گاڑی تک گئے۔ قبرستان کے برآمدے میں ایک نوجوان عوام کو انا للہ کا ورد کروا رہا تھا تو دوسری طرف قائم مقام وزیر اعظم ملا عبدالکبیر و مفتی اعظم عبدالعلی صاحب دیگر لوگوں کے ساتھ زمین پر غم اور صبر کی تصویر بنے بیٹھے تھے۔

کچھ دیر کے بعد گرد و غبار لئے ہوئے تیز آندھی شروع ہو گئی۔ قبرستان سے فارغ ہو کر ہم اپنی رہائش گاہ واپس آئے اور نماز ادا کی۔ یہ مہمان خانہ جو دو بنگلوں کو ملا کر بنایا گیا ہے وزارت خارجہ کے کنٹرول میں ہے جو شاید پہلے کسی جہادی کمانڈر نے مال غنیمت سمجھ کر اپنے پاس رکھ لیا تھا لیکن اب یہ مہمانوں کی خدمت اور آرام کے لئے وقف ہے۔ وفد کے ہر دو ساتھیوں کے حصے میں ایک کمرہ آیا۔ خدمت پر مامور عملے نے ہمارا گھر سے زیادہ خیال رکھا۔ محترم سیف اللہ پراچہ صاحب جو اس وفد کے ناظم تھے انہوں نے میجر فتح محمد صاحب کو اپنا معاون نامزد کر دیا چونکہ میجر صاحب اس سے پہلے چار وفود کی قیادت کر چکے تھے اور بہترین مترجم ثابت ہوئے تھے لہذا بعد کے دنوں میں انہوں نے پراچہ صاحب کی معاونت کا حق ادا کر دیا۔

نماز مغرب ادا کی تو ہمارے درمیان ایک اجنبی نمازی بھی تھا جن سے تعارف پر پتہ چلا کہ موصوف نائب وزیر صحت ہیں اور ان کا نام شیر محمد تانی زئی ہے۔ سب سے ملاقات کے بعد وہ امیر محترم کے کمرے میں تشریف لائے اور خیر و عافیت دریافت کی۔ ڈاکٹر صاحب کے استفسار پر شیر محمد صاحب نے بتایا کہ وہ انڈیا دیرادون کے معروف کالج سے فارغ التحصیل ہیں۔ چند دن پیشتر وہ وزیر خارجہ ملا وکیل احمد متوکل صاحب کے ساتھ قطر کے دورے پر گئے تھے وہاں امریکن کانگریس کے ارکان نے ہمارے وفد سے خود ملنے کی درخواست قطر حکومت سے کی مگر اخبارات نے یہ بات کچھ اس انداز میں پیش کی کہ گویا ہم ان سے ملے ہیں۔ وزیر خارجہ امیر محترم کے فکر سے واقف تھے' کچھ دیر کے بعد انہوں نے اجازت لی۔ نماز عشاء کے بعد نائب وزیر خارجہ مولوی عبدالجلیل صاحب خود تشریف لائے اور وفد سے اس انداز میں ملے کہ جیسے بڑے دیرینہ جاننے والے ہیں۔ نہایت ہی منکسر المزاج شخصیت' جنگ میں ایک پاؤں زخمی ہو چکا ہے۔ تحمل سے بات سنتے ہیں اور ہر ممکن تعاون کرنا ان کی طبیعت کا خاصہ ہے۔ انہوں نے امیر محترم کی آمد کا شکریہ ادا کیا۔ امیر محترم نے ملا ربانی صاحب کی وفات پر تعزیتی کلمات کہے۔ وزیر خارجہ نے بتایا کہ اگرچہ وفات کی وجہ سے تمام وزراء اور امیر المؤمنین مہمانوں میں مصروف ہیں مگر آپ لوگوں سے ملاقات کا وقت ضرور نکالا جائے گا۔ عبدالجلیل کے ساتھ مولانا سعید حقانی بھی تشریف لائے تھے۔ موصوف' احمد شاہ احمد زئی جو کہ جہادی کمانڈر تھے' کے ساتھیوں میں سے تھے۔ کمانڈر صاحب تو پہلے ترکی اور آج کل لندن بیٹھے ہیں مگر مولانا حقانی صاحب اسلامی امارت کے استحکام کے لئے اپنی خدمات وقف کئے ہوئے ہیں۔ امیر محترم نے ان سے خراسان کے حدودِ اربعہ کے بارے میں دریافت کیا۔ اس کے جواب میں جب حقانی صاحب نے وضاحت شروع کی تو ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی انسائیکلو پیڈیا بول رہا ہے۔ ان کے مضبوط حافظے پر سب رشک کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ موصوف نے تاریخ پر تین چار کتابیں بھی لکھی ہیں۔ نماز عشاء حافظ عاکف سعید صاحب نے پڑھائی جن کی خوش الحانی نے دن بھر کی تھکاوٹ کو دور کر دیا۔

(جاری ہے)

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

191۔ اتاترک بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن' لاہور۔ فون : 5833637

کے زیر اہتمام

میٹرک کے امتحانات سے فارغ طلبہ وطالبات کے لئے

اسلامک جنرل نالج ورکشاپ

8 مئی 2001ء تا 9 جون (قریباً ایک ماہ)

- اوقات : صبح 30 : 8 تا 30 : 12 بجے روزانہ
- مضامین :
  1) تجوید و ناظرہ
  ۲) مطالعۂ قرآن حکیم
  ۳) مطالعۂ حدیث
  ۴) تعارف ارکان اسلام' مسائل نماز
  ۵) کمپیوٹر EDP
- کورس کے اختتام پر کامیاب طلبہ میں اسناد تقسیم کی جائیں گی۔
- ہاسٹل کی محدود سہولت دستیاب ہے۔ ہاسٹل میں مقیم طلبہ کو شام کے اوقات میں بھی مصروف رکھنے کا اہتمام ہوگا۔ ان شاء اللہ

نوٹ : کورس فیس 300 روپے جبکہ ہاسٹل میں مقیم طلبہ کیلئے زرِ طعام (800 روپے)

المعلن : حافظ عاکف سعید' ناظم قرآن کالج' فون رابطہ : 03-5869501

بے گور و کفن لاشہ اور ہمارا طرزِ عمل

چند دن پہلے تمام قومی اخبارات کے سرورق پر ایتھوپیا' روانڈا یا کسی بھوکے ننگے افریقی ملک کے نوجوان کی نہیں' بلکہ ''خوشحال'' پاکستان کے علاقہ تھر کے ایک نوجوان کی بھوک اور پیاس سے ہلاک ہونے کے بعد بے گور و کفن لاشے کی تصویر شائع ہوئی۔ یہ تصویر پاکستانی معاشرے کی بے حسی کی چیخ چیخ کر ترجمانی کر رہی تھی۔

یہ تو کسی فوٹو گرافر کا کمال ہے کہ اس نے یہ تصویر کھینچ کر قومی پریس تک پہنچا دی ورنہ نجانے روزانہ کئی ایسے نوجوان جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی موت کی وادی میں اتر جاتے ہیں اور کسی کو اس کی کانوں کان خبر نہیں ہوتی۔ مگر حکومتی ترجمانوں کا کیا کہنا' فرماتے ہیں کہ تصویر ایک سال پرانی تھی۔ شکر ہے کہ یہ نہیں کہہ دیا گیا کہ یہ تصویر ہمارے ملک کی نہیں تھی۔ اگر سال پہلے کی مان لی جائے تو بھی کون سا حکومت کی کارکردگی کو چار چاند لگ گئے ہیں۔

مجھے یقین کامل ہے کہ اس تصویر میں نظر آنے والا نوجوان روزِ محشر بارگاہ الٰہی میں استغاثہ دائر کرے گا کہ اے اللہ! میں تیرے نام پر بننے والے اسلامی ملک میں بھوک اور پیاس سے ہلاک ہو گیا مگر کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگی' جس کی سب سے بڑی مثال یہ ہے کہ میرا لاشہ کفن اور گور سے محروم رہا اور پھر ستم در ستم یہ کہ میری نعش کی تصویر تمام اخبارات میں چھاپ کر میری تذلیل کی گئی۔

یہ نوجوان کہے گا کہ اے اللہ! نبی ﷺ نے تو انسانی جان کی عظمت کعبہ سے بڑھ کر بیان کی ہے مگر میرا کیا قصور تھا کہ میرے ساتھ جانوروں سے بدتر سلوک ہوا۔ اور مزید یہ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ الفاظ مبارک کہ ''دجلہ اور فرات کے کنارے کوئی کتا بھی اگر بھوکا یا پیاسا مر گیا تو قیامت کے دن عمر اس کا ذمہ دار ہو گا'' کیا صرف کتابوں کی زینت بننے کے لئے ہیں۔

یہ نوجوان بارگاہ الٰہی میں اس ملک کے حکمرانوں کے گریبان پکڑ کر کھڑا ہو گا اور ان سے سوال کرے گا کہ جب میں بھوکا پیاسا مر رہا تھا تو کیا تمہارے باغیچوں کے فوارے نہیں چل رہے تھے؟ جب کہ تھر' چولستان اور تھل میں لوگ پانی کی بوند بوند کو ترس رہے تھے' ننھی بچیوں اور بچوں کے گلے پیاس سے خشک تھے مگر جن راستوں سے حکمرانوں نے گزرنا ہوتا ہے ان راستوں کی گرد کو بٹھانے کے لئے لاکھوں گیلن میٹھے پانی کا چھڑکاؤ کیا جاتا تھا۔ یہ نوجوان حکمرانوں سے گلا پھاڑ پھاڑ کر کہے گا کہ ہم گندے اور آلودہ پانی کو ترستے رہے مگر تم امپورٹڈ منرل واٹر سے اپنی پیاس کو

[illegible]

بجھاتے رہے۔ وہ ان حکمرانوں سے وضاحت طلب کرے گا کہ بتاؤ اس ملک کے سب سے بڑے نہری نظام کو کن کے کرتوتوں کی وجہ سے خشک ہونا پڑا اور اس ملک کے بہت بڑے زرعی رقبے کو جو کبھی سونا اگلتا تھا' کس نے بانجھ بنایا۔ تصویر میں نظر آنے والا نوجوان اپنے استغاثہ میں عوام سے پوچھے گا کہ بتاؤ تم حکمرانوں کے کچھنوں اور کارناموں کو دیکھنے کے باوجود کیوں خاموش رہے! تم نے کیوں مجھ سے پہلے بھوک اور پیاس سے مرنے والوں کو دیکھ کر آواز حق بلند نہیں کی۔ تم کیوں اپنی مستیوں میں مگن رہے! تم نے بہت سی نمازِ استسقاء ادا کیں' بہت دعائیں مانگیں مگر وہ نمازیں اور دعائیں تمہارے منہ پر دے ماری گئیں' ہاں اگر تم حقیقی معنوں میں اللہ کے بندے ہوتے تو یقیناً رحمت خداوندی جوش میں آتی' آسمان پر کالے بادلوں کے سائے ہو جاتے' گھٹائیں جھوم جھوم کے آتیں' موسلا دھار مینہ برستے' زمینیں سیراب ہوتیں' دریاؤں میں پانی رواں دواں ہوتا' نہری نظام حرکت میں آتا' مگر تمہارے کچھن تو اللہ کے غضب کو بھڑکانے والے تھے۔

یہ نوجوان اس ملک کے سیاسی و دینی رہنماؤں اور کروڑوں کے چندے کھا جانے والی این جی اوز کا گریبان پکڑ کر سوال کرے گا کہ جب میں اور مجھ جیسے کئی نوجوان موت کی وادی میں اتر رہے تھے تو تمہاری جمعیتوں' جماعتوں اور این جی اوز نے ان کے لئے کیا کیا۔ تمہارا کام صرف یہ تھا کہ تم اپنے اقتدار' آرام اور آسائشوں کا بندوبست کرو اور چپ رہو۔

حکمرانوں' دینی اور سیاسی رہنماؤں اور عوام کو ہوش کے ناخن لینے چاہئیں' کہیں ایسا نہ ہو کہ اس نوجوان کی جگہ ہماری نعشیں پڑی ہوں۔ ہمیں فوری طور پر اللہ سے اپنے سابق گناہوں کی گڑگڑا کر دعا کرنی چاہئے اور اس کے بعد موجودہ حکمرانوں کی ان معاملات کی طرف توجہ دلانی چاہئے' اور اگر وہ توجہ نہ کریں تو ایسی عوامی قوت کو مجتمع کریں جو موجودہ ظالمانہ نظام کی اینٹ سے اینٹ بجا دے۔

اگر ہم نے یہ کر لیا تو ہمسایہ ملک افغانستان کی طرح ہمارے ہاں بھی بارش ہو سکتی ہے' دیر صرف اور صرف نفس اور باطل نظام کے بتوں کو پاش پاش کرنے کی ہے۔

☆ نظام خلافت کیا ہے؟
☆ یہ کن بنیادوں پر قائم ہو گا؟
☆ عہد حاضر میں نظام خلافت کا دستوری' قانونی' معاشرتی اور معاشی ڈھانچہ کیا ہو گا؟
☆ اس کے قیام کے لئے سیرت نبویؐ سے ماخوذ طریق کار کون سا ہے؟

ان تمام سوالات کے جامع' واضح اور مدلل جوابات پر مشتمل ایک بیش قیمت علمی دستاویز

''خطبات خلافت''

امیر تنظیم اسلامی و داعیٔ تحریک خلافت پاکستان

ڈاکٹر اسرار احمد کے چار خطبات کا مجموعہ

سفید کاغذ' عمدہ طباعت' صفحات ۲۱۲' قیمت (اشاعت عام): ۴۵ روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

نور جہاں کے مقبرہ کے لئے تحریک' مقامِ عبرت!

بابائے صحافت مولانا ظفر علی خان نے کہا تھا "یاد رکھئے جس معاشرے میں سب کچھ چلتا ہے وہ معاشرہ چل نہیں سکتا!" لیکن کیا کیجئے کہ ہمارا پیارا وطن مُسلسل تحریکوں پر چل رہا ہے' صرف تحریکیں واحد چیز ہیں جو دن رات چل رہی ہیں' یہاں ہماری مراد صوبائی' لسانی اور فرقہ وارانہ تحریکوں سے ہے۔ وطن عزیز سے آنے والی اطلاعات کے مطابق اب ایک نئی تحریک چلائی جانے والی ہے۔ خبر کے مطابق نور جہاں کی باصلاحیت بیٹی ظل ہما نے اخبارات کے ذریعے حکومت پاکستان کو دھمکی دی ہے کہ اگر حکومت نے ۱۵ دن کے اندر اندر ان کی والدہ ماجدہ اللہ وسائی عرف نور جہاں کو کراچی کی ڈیفنس سوسائٹی کے قبرستان سے نکال کر لاہور لا کر نہ دفنایا تو وہ حکومت کے خلاف نور جہاں کے پرستاروں کے ساتھ ایک تحریک چلائیں گی اور لاہور سے کراچی کی طرف مارچ کریں گی۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ حکومت نور جہاں کا مقبرہ بھی تعمیر کرائے یعنی لاہور جہاں پر پہلے ہی ملکۂ نور جہاں کا مقبرہ موجود ہے' اب دو نور جہاؤں کے مقبروں کا شہر کہلائے گا اور یوں حکومت پاکستان "ایک مقبرہ بنائے گی نور جہاں کے مقبرے کے سامنے"۔

چونکہ اس تحریک کا تاحال کوئی نام نہیں ہے لہٰذا ہم نے اس کو "مقبرہ تحریک" کا نام دیا ہے۔ ہمیں لگتا ہے کہ یہ مسئلہ آگے جا کر سیاسی نوعیت اختیار کر جائے گا۔ یقیناً ظل ہما نے جب بے نظیر بھٹو کے واپس آنے کی خبر سنی ہو گی تو کلثوم نواز کے جانے کے بعد اور بے نظیر کے آنے سے پہلے انہوں نے تحریک چلانے کا اعلان کر کے در پردہ ناقۂ سیاست کی لگام تھام لی ہے اور ہو سکتا ہے مستقبل قریب میں ظل ہما الیکشن میں کھڑی ہو جائیں کیونکہ ازل سے ہماری سیاست کا دستور کچھ ایسا ہی چلا آ رہا ہے۔ اس تحریک کو چلانے کے لئے فنڈنگ یو این او کر دے گی' ویسے بھی یو این او جیسے حساس ادارے میں ظل ہما ٹائپ خواتین کو اعلیٰ منصب اکثر و بیشتر عطا کئے جاتے ہیں جس کی ایک مثال ماضی میں نازیہ حسن رہ چکی ہیں۔ تحریک کو کامیابی سے ہم کنار کرانے کے لئے امریکہ کا دباؤ ہماری این جی اوز بخوبی پڑوا سکتی ہیں۔ ویسے بھی جو ظل ہما کی خواہش ہے وہ ہمیں یقین ہے کہ ہمارے وطن کی مختلف ایجنسیز اور اعلیٰ اداروں کے بعض افسران کی دلی خواہش بھی ہو گی۔ چیف آف سٹاف جب نور جہاں کے گھر جا کر یہ اقرار کر سکتے ہیں کہ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں یہ آپ کے گائے ہوئے ترانے ہی تھے جنہوں نے افواج پاکستان کو فتح سے ہم کنار کیا (یعنی جذبۂ جہاد نہیں تھا!) تو وہ نور جہاں کے مقبرے کے لئے آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک سے قرضہ بھی لے سکتے ہیں۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی کی دوڑ میں ہم بے شک پیچھے رہ جائیں لیکن مزاروں اور مقبروں کی دوڑ میں دوڑتے ہی چلے جا رہے ہیں۔ بھٹو شہید کا مزار' ضیاء الحق شہید کا مزار اور اب نور جہاں کا مترنم مقبرہ۔ ویسے اگر نور

رعنا ہاشم خان

جہاں اپنی زندگی میں اپنے نونہالوں کے ان ارادوں سے باخبر ہو جاتیں تو شاید یوں نغمہ سرا ہوتیں۔

ہوئے مر کے ہم جو رسوا' ہوئے کیوں نہ غرق دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا!

اسلامی اصول کے مطابق اعمال تین قسم کے ہیں: عبادات' اخلاق اور معاملات۔ عبادات ہماری مزار پرستی' شخصیت پرستی اور توہم پرستی کے ساتھ گڈمڈ ہو کر رسموں کا ایک ایسا مجموعہ بن چکی ہیں جس میں صرف رسم اذاں باقی ہے' روح بلالی ڈھونڈے نہیں ملتی۔ سودی قرضوں نے ہمارے ہوش و حواس چھین کر ہماری اخلاقیات کو چیر چیر کر ڈالا ہے۔ رہ گئے معاملات تو وہ ریا' دکھاوے اور احساس کمتری کے ساتھ روز بروز جاہلیت کی طرف ہماری واپسی کا سفر تیزی سے طے کرا رہے ہیں۔ چونکہ "ہوس چھپ چھپ کر سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں" لہٰذا جاہلوں کے ساتھ ساتھ تعلیم یافتہ افراد کی ایک بڑی تعداد بھی شخصیت پرستی اور مزار پرستی میں گرفتار نظر آتی ہے۔ ہندو سماج سے ہم نے جو منفی اثرات قبول کئے ان میں شخصیت پرستی اور قبر پرستی سرفہرست ہیں۔ سونے پر سہاگہ ہمارا پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا ہے۔ قرآن حکیم کی سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۶۴ میں جن ابلیسی ہتھکنڈوں کا ذکر کیا گیا ہے جو وہ انسان کو راہ راست سے ہٹانے کے لئے استعمال کرے گا' ان میں آواز بھی شامل ہے یعنی میڈیا۔ میڈیا جس سے قومی فکر کی تشکیل کا بے مثل کام لیا جا سکتا تھا' افسوس آج مغربی اور ہندو تہذیب سے قوم کا مزاج بنانے میں مصروف ہے اور آخری میخ ہمارے قلم کاروں نے پوری قوم کو افسانوی دنیا کے مافیا میں مبتلا کر کے ٹھونکی ہے۔

امریکہ میں اس وقت کئی پاکستانی جو اپنے آپ کو دانشور کہلا کر خوش ہوتے ہیں' ظل ہما کی اس مہم میں شریک ہونے کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کئے بیٹھے ہیں۔ کہا جا رہا ہے کہ کیا دور کی کوڑی لائی ہیں ظل ہما۔ افسوس صد افسوس کہ نہ ہمارے دریا میں طوفاں اور نہ ہماری خودی مسلماں۔

نور جہاں جن کو سخن وران ملک و قوم نے کہا "ملکۂ ترنم" اب نور جہاں پیر کہلائیں گی' ان کا مزار بنے گا' چادریں چڑھیں گی' ۲۳ دسمبر ان کے عرس کا دن قرار دیا جائے گا اور وہ نور جہاں جنہوں نے دل کھول کر شرک گایا تھا زندہ دلان قوم کو ایک نیا مشغلۂ وقت زیاں فراہم کرنے کا باعث بن جائیں گی۔

اکبر اعظم کا نورتن اور موسیقی کا مشہور استاد تان سین جب ۱۵۸۸ میں گوالیار میں فوت ہوا تو اس کی قبر پر بیری کے درخت لگائے گئے۔ آج تک لوگ اس کی قبر پر جا کر بیری کے ان درختوں کی پتیاں اس عقیدے کے ساتھ چباتے ہیں کہ ان کے گلوں میں بھی سات سر پیدا ہو جائیں گے اور وہ بھی پانی میں آگ لگا سکیں گے۔ اگر نور جہاں کے مزار پر بھی درخت لگ گئے تو پھر...... عاقلاں را اشارہ کافی است۔ ویسے ہمیں امید ہے کہ اس مقبرہ تحریک کے لئے جلد ہی مقبرہ فنڈ بھی قائم کر دیئے جائیں گے اور وہی لوگ جو قحط بلوچستان کے موقع پر مفلس کی قبا پہنے نظر آئے تھے ان کی جیبوں کے خزانے اچانک ابل پڑیں گے۔ انسان جو بننا چاہتا ہے' اس کے لئے اس کی کوششوں میں قدرت اس کا بھرپور ساتھ دیتی ہے۔ آج ہم تباہ ہونا چاہ رہے ہیں' ہر پستی کو گلے لگانا چاہتے ہیں تو دیکھ لیجئے کیسی کیسی تحریکیں اور خبریں ہمارے اردگرد چک پھیریاں لیتی پھر رہی ہیں۔ "اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے' تم لوگ لازماً نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو ورنہ عنقریب خدا تم پر ایسا عذاب بھیج دے گا کہ پھر تم پکارتے پھرو گے اور کوئی شنوائی نہ ہو گی۔" (ترمذی) مبارک ہو کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کی رہنمائی سے کوسوں دور جا چکے ہیں۔

خدا کرے کہ کہانی کا رخ بدل جائے انجام سے پہلے!

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا دورۂ عمان

امیر تنظیم اسلامی کے دروس قرآن کے ویڈیو اور آڈیو کیسٹس سے عمان میں مقیم ساتھی جناب مظہر حسین صاحب متاثر ہوئے۔ چھ ماہ قبل جب وہ ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں لاہور حاضر ہوئے تو اسی ملاقات میں انہوں نے ڈاکٹر صاحب کو دورۂ عمان کی دعوت پیش کی۔ ڈاکٹر صاحب اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال کر اس دورہ کے لئے راضی ہو گئے اور مظہر صاحب سے وعدہ بھی کر لیا۔ یکم اپریل بروز اتوار رات گیارہ بجے ڈاکٹر صاحب عمان پہنچے۔ تنظیم اسلامی متحدہ عرب امارات کے ناظم حلقہ جناب محمد خالد اور رفیق تنظیم اسلامی دبئی جناب شیبا احمد بھی چار سو کلومیٹر کا سفر طے کر کے عمان پہنچے ہوئے تھے اور ہوائی اڈے پر موجود تھے۔ رات تقریباً ایک بجے ہوٹل ہفا ہاؤس پہنچے۔

پہلے دن دوپہر بارہ بجے پاکستان سکول کے اساتذہ کی دعوت پر پاکستان اسلامیہ سکول عمان میں حاضری دی۔ وہاں پر اساتذہ سے ملاقات اور گفت و شنید کے ساتھ دوپہر کا کھانا بھی تناول فرمایا۔ دوپہر دو بجے ہوٹل واپسی ہوئی۔ بعد نماز عصر شام پانچ بجے جناب منیر خان (حیدر آباد دکن) کی رہائش گاہ پر "فرائض دینی کا جامع تصور" کے موضوع پر سوا گھنٹہ خطاب فرمایا۔ حاضرین کی تعداد تقریباً چالیس تھی۔ خطاب کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ بعد نماز مغرب پاکستان کلچرل کلب میں "پاکستان کی موجودہ صورت حال' اس کے اسباب اور ان کا حل" موضوع پر بیس منٹ تک خطاب فرمایا۔ سوال و جواب کی نشست کے بعد یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ بعد نماز عشاء وادیٔ کبیر میں واقع سوق جمعہ کی مسجد میں ایک عوامی خطاب ہوا' جس میں سات آٹھ سو افراد موجود تھے۔ خطاب سے قبل جناب صاحبزادہ صاحب (حیدر آباد دکن) نے ڈاکٹر صاحب کا تعارف سامعین سے کرایا۔ اپنے تعارفی کلمات میں انہوں نے ڈاکٹر صاحب کے نو دنوں پر مشتمل ابوظہبی پروگرام ۱۹۸۵ء کا خاص ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اس پروگرام کی بذریعہ کیسٹ سماعت نے مجھے شعوری مسلمان بنا دیا۔

محترم ڈاکٹر صاحب نے حمد و ثناء کے بعد سورۃ الحجرات کی آیات ۱۴' ۱۵ کے حوالے سے حقیقت ایمان' ایمان کا لازمی نتیجہ جہاد' جہاد کے مراحل اور جہاد کے بارے میں عوام الناس کے ذہنوں میں موجود غلط تصورات کو بڑی تفصیل سے واضح کیا۔ دو گھنٹے پر مشتمل خطاب کو سامعین نے بڑے انہماک سے سنا۔ دورۂ عمان کے پہلے دن یہ تین خطبات دے کر تنظیم اسلامی کے انہتر سالہ امیر رات بارہ بجے ہوٹل پہنچے' جہاں آپ نے رات کا کھانا تناول فرمایا۔

دوسرے دن بعد نماز عصر پھر جناب منیر خان کے گھر اقامت دین کی فرضیت کے موضوع پر سورۃ شوریٰ کی آیات کے حوالے سے سوا گھنٹہ خطاب فرمایا۔ اس میں تقریباً ۳۵ سے ۴۰ افراد نے شرکت کی۔ بعد نماز عشاء دارسیت میں واقع مسجد نور میں سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۶۱ ضربت علیھم الذلة تا آخر اور آیت یا بنی اسرائیل اذکرو نعمتی التی کے حوالے سے خطاب کا آغاز کرتے ہوئے سابقہ اور موجودہ امت مسلمہ کا موازنہ کرتے ہوئے مسلمانوں کی موجودہ ذلت و رسوائی کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

تیسرے دن صبح ۱۰ کے بعد ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کے لئے لوگ آ رہے تھے۔ یہ سلسلہ ظہر تک چلتا رہا۔ اس دوران جناب مظہر حسین اور جناب منیر خان (جن کی دعوت پر ڈاکٹر صاحب عمان آئے ہوئے تھے) نے ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بعد نماز عصر بھی متعدد افراد ملاقات کے لئے آتے رہے جن میں ہندوستانی مسلمانوں کی بھی خاصی تعداد تھی۔ ہندوستانی مسلمانوں سے ڈاکٹر صاحب کا تعارف پی ٹی وی ورلڈ پر نشر ہونے والے پروگرام "حقیقت دین" کے ذریعہ بڑے پیمانے پر ہوا ہے' جو بدقسمتی سے اب بند کر دیا گیا ہے۔ بعد نماز عصر جناب سراج الدین نے ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی۔ سراج صاحب نے بتایا کہ میں ڈاکٹر صاحب کے ۱۹۹۲ء کے دورہ دبئی پر مشتمل پروگرام کی ویڈیو کیسٹ سن کر بہت متاثر ہوا۔ چنانچہ مجھے ڈاکٹر صاحب سے ملاقات اور بیعت کرنے کی تمنا تھی اور میں نے گزشتہ دو سالوں میں متعدد بار پاکستان جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ ڈاکٹر صاحب خود عمان تشریف لے آئے اور میری اس خواہش کی تکمیل کی سبیل پیدا ہوئی۔ بعد نماز عشاء مسجد نور ہی میں خطاب عام ہوا۔ خطبے کے آغاز میں ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ کل کے خطبے کے بارے میں مجھ تک لوگوں کا یہ تاثر پہنچا ہے کہ امت مسلمہ کی موجودہ زبوں حالی کے موضوع پر کل جو گفتگو ہوئی ہے اس پر مایوسی کا غلبہ تھا۔ آج میں آپ کو اس پہلو کا روشن رخ دکھانا چاہتا ہوں تا کہ بین الخوف و الرجاء کی سی کیفیت پیدا ہو اور مایوسی کی اس فضا میں ایک امید افزا پیغام بھی سامنے آ جائے جو اقامت دین کی جدوجہد کے لئے قوت محرکہ کا کام دے۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے قرآنی آیت: و انتم الاعلون ان کنتم مومنین کے حوالے سے گفتگو کا آغاز کیا اور آنحضور ﷺ کی تین احادیث کے حوالے دیئے جن میں قرب قیامت سے قبل خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی قیام کی بشارت دی گئی ہے۔ اس طرح ڈاکٹر صاحب کا تین روزہ دورۂ عمان رات ساڑھے گیارہ بجے تکمیل کو پہنچا۔ اسی رات دو بجے پی آئی اے کی پرواز سے ڈاکٹر صاحب پاکستان عازم سفر ہوئے۔ (مرتب: کفایت اللہ حسین)

امیر محترم کا دورۂ کراچی

اسلام کی نشاۃ ثانیہ سے متعلق سہ روزہ ورکشاپ اور انہی دنوں شام کے اوقات میں سہ روزہ قرآنی سیمینار کے موقع پر امیر محترم رفقاء محترم باسط بلال کوشل' ڈاکٹر احمد افضال اور ماہان مرزا کے ہمراہ کراچی تشریف لائے۔ سہ روزہ ورکشاپ ۱۶ تا ۱۸ مارچ قرآن اکیڈمی میں منعقد ہوئی جس میں ملتزم رفقاء نے محترم باسط بلال سے استفادہ کیا اور مبتدی رفقاء و احباب نے محترم ڈاکٹر احمد افضال سے۔ شام کے اوقات میں محترم باسط بلال نے ایف ٹی سی آڈیٹوریم میں لیکچرز دیئے۔ امیر محترم نے ۱۶ مارچ کو قرآن اکیڈمی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کرتے ہوئے اپنے دینی فکر کا خلاصہ پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان سمیت پورا عالم اسلام اللہ تعالیٰ کے شدید عذاب کی گرفت میں ہے۔ اس کا واحد علاج یہ ہے کہ دنیا کے ایک بڑے مسلم ملک میں اسلام کا نظام عدل اجتماعی نافذ کیا جائے جس کے لئے جدوجہد ہر مسلمان کے لئے فرض عین کا درجہ رکھتی ہے۔ ایک زبردست عوامی اسلامی تحریک اور اعلیٰ علمی سطح پر دنیا میں رائج افکار باطلہ کا قرآن کے نظریات کے ذریعہ توڑ' یہ اس جدوجہد کے دو محاذ ہیں۔ الحمدللہ تنظیم اسلامی پہلے محاذ پر سرگرم عمل ہے گو کہ اس کی رفتار قدرے سست ہے البتہ دوسرے محاذ پر اندرون ملک کوئی قابل ذکر پیش رفت اب تک نہ ہو سکی۔ الحمدللہ امریکہ میں نوجوانوں کے ایک گروپ نے اس معاملے میں کام کیا ہے۔ انہی کے سرخیل باسط بلال کوشل ہیں جو ان دنوں پاکستان کے مختلف شہروں میں اس حوالے سے رفقاء و عوام سے خطاب میں مصروف ہیں۔ اسی شام امیر محترم نے ایف ٹی سی آڈیٹوریم میں سہ روزہ قرآنی سیمینار کی صدارت کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر تعمیر سے پہلے تخریب ناگزیر ہوتی ہے۔ آج پوری دنیا پر خالصتاً مادہ پرستی پر مبنی مغربی تہذیب کا غلبہ ہے۔ اگر ہم دنیا میں اسلام کے جسٹ آرڈر کا غلبہ چاہتے ہیں تو ناگزیر ہے کہ نیو ورلڈ آرڈر کے اس گنبد میں سوراخ کیا جائے جو پورے عالم پر محیط ہے۔ بعد ازاں امیر محترم نے شمالی امریکہ میں تنظیم اسلامی کی سطح پر اس حوالے سے پیش رفت کے بارے میں حاضرین کو آگاہ فرمایا۔ ۱۶ مارچ کو بعد نماز جمعہ شمالی امریکہ سے آئے ہوئے رفیق محترم ماہان مرزا نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج عالمی سطح پر انگریزی زبان کا سکہ رواں ہے جس سے ہمارے ہاں بھی مرعوبیت پائی جاتی ہے لیکن ایک باوقار قوم کو اپنی زبان سے چشم پوشی ہرگز اختیار نہیں کرنی چاہئے۔

امیر محترم ماہانہ محفل الہدیٰ کے سلسلے میں ۳۱ مارچ کو کراچی پہنچے۔ یکم اپریل کو قرآن اکیڈمی میں "قرآن کا فلسفہ شہادت" کے عنوان سے خطاب میں انہوں نے فرمایا کہ قرآن میں شہید کی

اصطلاح مروجہ معنوں میں کہیں بھی استعمال نہیں ہوئی' سوائے سورۂ آل عمران کی آیت ۱۴۰ کے جہاں اس کا احتمال ہوسکتا ہے۔ اس کی بجائے قرآن نے شہید کے لئے مقتول فی سبیل اللہ کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ شہید کو گواہ کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ انبیاء و رسل نے کار رسالت کے فریضہ کی ادائیگی کے لئے شہید کا کردار ادا کیا۔ آنحضرت ﷺ نے نہ صرف انفرادی طور پر شہادت حق کا فریضہ انجام دیا بلکہ اسلامی ریاست قائم کر کے اجتماعی سطح پر بھی یہ فریضہ انجام دے دیا۔ امیر محترم نے اقامت دین کی جدوجہد کے دوران اور اسلامی ریاست کے قیام کے بعد انقلاب مخالف قوتوں سے جہاد اور اسلام میں ملوکیت کے در آنے پر اس کے خلاف جدوجہد کے دوران شہادتوں کی طویل داستان بیان کی اور فی زمانہ اقامت دین کی جدوجہد کی ضرورت کو واضح کیا۔ بعد نماز ظہر امیر محترم نے ملاقات کے لئے آنے والے احباب سے ملاقاتیں فرمائیں۔ ان میں معروف شیعہ خطیب علامہ رشید ترابی مرحوم کے صاحبزادے علامہ ڈاکٹر حسن ترابی بھی شامل تھے۔ موصوف خطاب سے قبل تشریف لے آئے تھے۔ انہوں نے اس خطاب کو سراہتے ہوئے کہا کہ اس قسم کے خطابات سے تجدید فکر کا ذریعہ میسر آتا ہے۔ انہوں نے باہم ملاقاتوں کی اہمیت کا بھی تذکرہ فرمایا۔ امیر محترم نے فرمایا کہ فرقہ واریت کے خاتمے کے لئے ضروری ہے کہ مختلف مکاتب فکر کے لوگ ایک اعلیٰ مقصد کے لئے جمع ہوں اور اقامت دین کی جدوجہد سے بڑھ کر اعلیٰ مقصد اور کون سا ہوسکتا ہے۔ شیعہ سنی مفاہمت کی صورت بھی اسی طرح ممکن ہے۔ انہیں امیر محترم کی تالیف ''شیعہ سنی مفاہمت'' پیش کی گئی۔ چیچنیا سے ایک نوجوان سماجی کارکن بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ چیچنیا میں باصلاحیت نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد کو علم کے مواقع میسر نہیں لہٰذا ان کی خواہش ہے کہ ایسے نوجوان کراچی یونیورسٹی میں داخلہ لیں۔ اس کے لئے انہیں مالی اعانت کی ضرورت ہوگی۔ امیر محترم نے فرمایا کہ اگر ایسے نوجوانوں کو یہاں داخلہ مل جاتا ہے تو ہم ابتدائی طور پر دس طلباء کے تعلیمی اخراجات برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ بعد نماز مغرب امیر محترم کے ساتھ حلقہ کی مجلس عاملہ کے ارکان اور امراء تنظیم کراچی کے ساتھ ایک میٹنگ میں تنظیمی و دعوتی امور پر تبادلۂ خیال کیا گیا۔ امیر محترم نے کراچی میں دعوتی پروگراموں میں توسیع دعوت کے حوالے سے اطمینان کا اظہار فرمایا۔

(مرتب: محمد سمیع)

تنظیم اسلامی پشاور کے زیر اہتمام
ایک روزہ دعوتی پروگرام

ایک روزہ دعوتی پروگرام کے لئے تنظیم اسلامی پشاور کے گیارہ رفقاء اور دو احباب مورخہ ۲۴ مارچ کو پشاور شہر کے مضافاتی گاؤں فتو عبدالرحیم کے لئے تقریباً ۶ بجے روانہ ہوئے۔ جناب خورشید انجم اس دعوتی قافلے کے امیر مقرر کئے گئے۔ شام تقریباً ساڑھے چھ بجے منزل مقصود پر پہنچے۔ محترم مولانا جمشید صاحب نے رفقاء کا مسجد صدیق اکبر میں خیر مقدم کیا۔ نماز مغرب کے بعد برادر سمیع اللہ صافی نے فرائض دینی کے تصور پر جامع اور مختصر انداز میں روشنی ڈالی اور کہا کہ جیسے ایمان' اللہ کی بندگی اور دعوت دین فرض ہیں' ایسے ہی اقامت دین کے لئے جدوجہد بھی فرض ہے۔ نماز عشاء کے بعد انہوں نے اسی موضوع پر مسجد عبداللہ ابن مسعود میں خطاب کیا جبکہ امیر کارواں برادر خورشید انجم نے سورۂ روم کی آیات ۴۱ تا ۴۵ کا درس دیا۔ ۲۵ مارچ کو نماز فجر کے بعد برادر جمشید عبداللہ نے حدیث شریف کی روشنی میں ''نہی عن المنکر'' کی اہمیت واضح کی۔ درس حدیث کے بعد نماز اشراق تک اکثر رفقاء نے تلاوت قرآن کی۔ نماز اشراق کی ادائیگی کے بعد بعض رفقاء نے آرام کیا' جبکہ بعض نے تلاوت یا مطالعہ لٹریچر کو جاری رکھا۔ تقریباً ساڑھے آٹھ بجے ناشتے سے فرصت کے بعد دن کے دیگر معمولات کے لئے مشورہ کیا گیا' جس کے مطابق رفقاء کو دو گروپوں میں تقسیم کیا گیا۔ ہر گروپ میں سورۃ فاتحہ کی تلاوت و ترجمہ' قرآن کے حقوق اور فرائض دینی کے جامع تصور پر ہر رفیق نے فرداً فرداً بیان کیا۔ اس طرح یہ موضوعات تقریباً تمام شرکاء کو ازبر ہوگئے۔ نماز عصر کے بعد تین مساجد میں دروس ہوئے۔ مسجد عبداللہ ابن مسعود میں جمشید عبداللہ نے اور مسجد صدیق اکبر میں راقم نے حقوق قرآن کے موضوع پر مختصر خطابات کئے' جبکہ مسجد بلال میں سمیع اللہ صافی نے فرائض دینی کے جامع تصور کے موضوع پر روشنی ڈالی۔ نماز مغرب کے بعد تین مساجد میں اجتماعات ہوئے۔ مسجد صدیق اکبر میں برادر سمیع اللہ صافی نے ''دعوت دین اور اس کا طریق کار'' کے موضوع پر' مسجد عبداللہ ابن مسعود میں برادر خورشید انجمن نے ''نظام خلافت اور اس کی برکات'' کے موضوع پر اور مسجد بلال میں برادر جمشید عبداللہ نے ''دور حاضر میں اسلامی نظام کی ضرورت اور امت کے لئے سہ نکاتی لائحہ عمل'' کے موضوع پر خطابات کئے۔ (مرتب: محمد شعیب)

نامے میرے نام

مدیر محترم!

السلام علیکم!

ندائے خلافت (۱۹ تا ۲۵ اپریل) میں ایک جگہ لکھا ہے ''اسلام کا عادلانہ نظام اپنانے سے اسے (پاکستان کو) جو ثمرات و برکات حاصل ہوں گی اور اسے جو استحکام حاصل ہو گا حافظ صاحب یقین کریں کشمیر پکے ہوئے پھل کی طرح پاکستان کی جھولی میں آ گرے گا۔'' جس تناظر میں یہ بات کہی گئی ہے' شاید بجا ہی ہو لیکن حقیقت پسندی کے لحاظ سے صحیح دکھائی نہیں دیتی۔ سوال یہ ہے کہ اگر بھارت کو اس کا احساس ہوگیا اور اسلام قبول کر کے اس نے بھی اسلام کا عادلانہ نظام اپنا لیا' تب کیا ہوگا۔ ہم اسلام کو دوسروں سے چھپا کر تو نہیں رکھ سکتے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ پاکستان میں اسلام کا عادلانہ نظام قائم کرنا ہماری دینی اور اخلاقی ذمہ داری ہے جس سے پہلوتہی اللہ اور رسولؐ سے غداری اور اخلاقی دیوالیہ پن کا مظہر ہے۔ اس ذمہ داری کو ادا کرنے سے اگر ہمیں ثمرات و برکات اور استحکام حاصل ہوتا ہے تو وہ اللہ کی طرف سے خصوصی انعام ہوگا ورنہ عام مشاہدہ یہی ہے کہ اگر آپ حق و انصاف کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو دنیاوی لذات اور نمود و نمائش سے محرومی حصہ میں آتی ہے۔

ابن صالح' لاہور

۲۰ اپریل ۲۰۰۱ء

محترم و مکرم جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ گزشتہ دنوں ڈیڑھ صد سالہ خدمات دارالعلوم دیوبند کانفرنس کے سٹیج پر آپ کے ادارہ کی جانب سے ہفت روزہ ''ندائے خلافت'' کا خصوصی شمارہ بحوالہ ''ڈیڑھ سو سالہ خدمات دیوبند کانفرنس'' موصول ہوا۔ ماشاء اللہ آپ حضرات نے نہایت عمدگی سے مضامین ترتیب دیئے تھے۔ بندہ نے تمام رسالے کا مطالعہ کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کے مساعی جمیلہ میں برکت عطا فرمائے۔ حقیقت یہی ہے کہ اسلامی انقلاب تمام مسائل کا حل ہے۔ آپ کی طرح بندہ کا خیال بھی یہی ہے کہ چودھویں صدی ہجری کا مجدد اعظم حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی قدس سرہ العزیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے مساعی جمیلہ سے دنیا کے مختلف گوشوں میں بالواسطہ یا بلاواسطہ تحاریک نفاذ اسلام اٹھائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلامی انقلاب کا راستہ ہموار بنانے کی توفیق مرحمت فرمائے اور ہم سب کی کوششوں کو قبول فرمائے۔ آمین!

(محمد عرفان الحق حقانی)

مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

پریس ریلیز

مولانا عبدالستار خان نیازی کی وفات ایک قومی سانحہ ہے' ڈاکٹر اسرار احمد

لاہور (پ ر) جمعیت علمائے پاکستان کے رہنما مولانا عبدالستار نیازی تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت کے نہایت دلیر کارکن تو تھے ہی' پاکستان میں نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لئے ان کی کوششوں کو بھی کبھی نہیں بھلایا جاسکے گا۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد نے مولانا کی وفات پر اپنے تعزیتی بیان میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ مولانا عبدالستار خان ایک نڈر اور بے باک خادم دین تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں اپنی زندگی میں بارہا پابند سلاسل بھی ہونا پڑا۔ انہوں نے کہا کہ مولانا کی وفات ایک قومی سانحہ ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور انہیں اعلیٰ درجات سے سرفراز فرمائے۔

separatism (refusal to accept the Durand Line) or try and export religious fundamentalism (Talibanism) to the NWFP and Balochistan... This would suggest that a strong Taliban state in Afghanistan, which combines the worst elements of ethnic Pakhtun nationalism and religious exclusivism, would eventually pose a threat to the territorial integrity and political solidarity of multi-ethnic, multi-sectarian, democratic Pakistan."

Such bigoted views are completely at odds with the reality on the ground and founding concepts of Pakistan. There is no need to shed light on the so obvious anti-Pakistan feelings in the hearts of Persian speaking Afghans. Attitude and policies of pro-Indian Northern Alliance and its leaders are good examples for those who understand. With regard to Pakhtuns and NWFP, it is worth quoting what Ch. Rahmat Ali - the man who formulated the name and concept of Pakistan, said about 'NWFP' and the Pakhtoon people in his book "*Pakistan: The Fatherland of Pak Nation*" 1940:

"North West Frontier Province - is semantically non-descript and socially wrongful. It is non-descript because it merely indicates their geographical situation as a province of old 'British India' [which no longer exists]. It is wrongful because it suppresses the social entity of these people. In fact, it suppresses that entity so completely that when composing the name 'Pakistan' for our homelands, I had to call the North West Frontier Province the Afghan Province."

Essentially what Rahmat Ali is saying is that the NWFP is a gross distortion because it is the British term for the Northwestern region of their Indian empire that no longer exists. Also, NWFP is not a Frontier as far as the indigenous population, the Pakhtun, are concerned. "It must be remembered that the Pathans are a great, gifted, and Pan-Islamic people. This is borne out by History which records that they were the first to accept Islam and lay the foundations of its twelve-century rule in India; that they were the last to stop the fight against the British and the first to resume that fight on the Afghan and Baloch frontiers; and that they are the people one of whom, the writer, however unworthy, was blessed by Allah to create the Ideal of Pakistan. itself and start the fight for the realisation of that Ideal - the Ideal which so inspired all Muslims as to make them join the fight and establish this Fatherland which is the home and heritage of all Paks".

Finally, in his book, Ch. Rahmat Ali advocates a family re-union of our Asian and Indian homelands i.e. Pakistan, Afghanistan and Central Asia. The views expressed by people associated with domestic secular-liberal movement and people advocating South Asian regional cooperation are indirectly paving the way for this reunion. From outside, the UN sanctions on Afghanistan and western attitude towards the Taliban and Pakistan are the main forces that would not disintegrate Pakistan as their objective may be but it may lead to its unexpected federation with the neighbouring and ancestral Muslim homelands of Afghanistan, Central Asia, Iran, etc.

Commenting on the issue of pan-Islamic federation, Robert G Wirsing writes in *Asian Affairs, an American Review*, Washington; Summer 1996; that this "idea has gestated in Pakistani minds that both its vulnerable political geography and its military-demographic-economic weakness relative to India could be compensated for, at least to an extent, by expanding and deepening its ties to the many coreliginist states of the Islamic world... [However] the pan-Islamic option, for all its bluster and for all its promise, is for most practical purposes (and certainly for Pakistan's basic security requirements) a fiction."

Apparently it might seem that under present circumstances, Pakistan is coming up short of reliable Islamic allies, but attitudes of "liberal" elite in Pakistan, and policies and actions of the western nations suggest that the same forces are indirectly reinforcing the trans-state Islamic bond. There is plenty of evidence that the rallying of Muslims to pan-Islamic causes has become a matter of some significance in Pakistan's South Asian environment, particularly in a situation where the western powers are bent upon prematurely turning India into super power of the 21st century. To counter this, the idea of confederation with Afghanistan, put forward by Dr. Israr Ahmed, is the most plausable alternative for our survival.

--

According to a report by Jyoti Malhotra published in the Indian Express (20th November, 1999), the British are now talking of a 'partnership of equals' between Britain and India in the new century. To directly challenge the Indian and western efforts, Pakistan would be well advised to move towards substantive initiatives such as the notion of a 'Community of Power' to be evolved between Iran and Pakistan to begin with and gradually fanning out into Afghanistan and other Muslim states to form the eastern flank to the heart of Islam as it had been before it was broken up through the Mongol invasions beginning in 1221; then through infighting by the Afghans, Mughals and Safavids; and finally by the colonial legacy of the McMahon, Durand and Goldsmid Borders.

---

[1] Sandy Gordon, "South Asia After the Cold War: Winners and Losers," Asian Survey 35 (October 1995): 894-95. For an extended discussion of the themes in this article, see Gordon's recent study, India's Rise to Power in the Twentieth Century and Beyond (New York: St. Martin's Press, 1995). Gordon is a Fellow at the Research School of Pacific and Asian Studies, Australian National University.

Confederation with Afghanistan

Abid Ullah Jan

Within and outside Pakistan various forces are pushing the country in different directions. Each of these is presented as the best security option. A broad identification in this regard shows the pan-Islamic (transnational religious identity) forces, the domestic liberalization (demilitarising, democratising, or "secularising") forces, and the forces advocating South Asian regional cooperation. Although certainty of payoff in terms of Pakistan's future security is self-evident in none of them, but each of these seems to be indirectly leading to the realisation of most plausible security alternative and pan-Islamic dream.

Internally there are two extremes. At one end, great visionaries like Dr. Israr Ahmed Sahib of Tanzeem-i-Islami suggest confederation between Pakistan and Afghanistan to counter India (*Frontier Post* March 29-2000). On the other end, "liberals" like Najam Sethi produce racist, inflammatory, derogatory and scare-mongering articles and editorials. For example on February 02, 2001. The Friday Times wrote a editorial, which shows how much deep contempt some quarters have for the North-West Frontier Province, Pakhtoons and the Afghans. The idea of a multi-ethnic, multi-sectarian and democratic Pakistan seems to exclude the inhabitants of this part of the world. By making disparaging remarks about other members of the federation, the editorial is actually not only promoting sectarianism, hatred, intolerance and xenophobia but also paving the way for realising the pan-Islamic dream.

In an article published in *Asian Affairs, an American Review*, Washington October 1995, Sandy Gordon argued that at the end of the Cold War, India had emerged as the winner and Pakistan the loser in South Asia. "Far from having lost out as a result of the end of the Cold War," he wrote, India is poised to emerge in the early 21st century as a far more important and influential power in the Indian Ocean region, and even globally, than it was in the latter part of the 20th[1] Pro-India transmissions of BBC World Service abroad and rhetoric of pro-India "peace lobby' together with anti-religious organisation campaign at home indicate the pace of uncontrollable events that are soon going to push the pendulum one way or the other.

Durability of Pakistan borders are constantly questioned by Indian and western analysts with a hope to see a disintegrated Pakistan. At home, media outlets like *Friday Times* use the acronym, 'NWFP' throughout specific pieces of articles and editorials in a way to relegate a constituent unit of the Pak Nation. Perhaps in their vision of a multi-ethnic, multi-sectarian and democratic Pakistan, the 'NWFP' will merely be an appendage i.e. a buffer zone to protect a multi-ethnic, multi-sectarian and democratic Pakistan from their co-religionists in Afghanistan.

At the moment, ethnic separatism is not a significant threat in the NWFP, where the Pakhtunistan movement is mostly moribund and, beyond that, tends to be seen less as a product of grievances of Pakhtuns than as a device exploited and fostered at times by external forces. At the same time, Pakhtun nationalism is by no means a thing of the past, however, and seems bound to become more troublesome with Pakhtoon and non-Pakhtoon struggle in Afghanistan on the one hand and irresponsible attitude of the "liberal" leaders and media pundits on the other. The new version of this movement, nevertheless, would be in favour of confederation with Afghanistan rather than dismemberment of the country.

An obvious example that paves the way for the confederation with Afghanistan is February 2, editorial of *The Friday Times*, where it writes: " the supergenerals... may have been thinking of some such strategic notion when he [Musharraf] recently said that Pakistan had to be friends with the Taliban because they were comprised of ethnic Pakhtuns who formed the main ethnic community of our own NWFP that borders Afghánistan. This leads us to postulate the supergenerals' strategic thinking that a strong Pakhtun state in Afghanistan would suit Pakistan immeasurably more than a weak Pakhtun or non-Pakhtun state. Is that right? No. it isn't.

"...A weak non-Pakhtun dominated state in Afghanistan has never posed any threat to Pakistan because it has neither had any ideological bearings or religious extra-national ambitions nor any ethnic or sub-nationalist stirrings. On the other hand, whenever there has been a strong Pakhtun dominated state in Afghanistan..., its government has been compelled by the logic of its own composition to pander to ethnic nationalism by supporting Pakhtun

Vol : 10 Regd. CPLNo. 127 No. 15

WEEKLY NIDA-I-KHILAFAT LAHORE

افہام و تفہیم

☆ اگر دِل میں رتی برابر ایمان ہوا تو کیا نجات ہو جائے گی؟

☆ یقینِ قلبی والا ایمان کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟ ☆ نومسلم کا اسلام میں کیا مقام ہے؟

قرآن آڈیٹوریم میں ہفتہ وار درسِ قرآن کے بعد امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد سے سوال و جواب کی نشست

س: اخروی نجات کا دارومدار ایمان پر ہے' اگر دل میں ایمان رتی برابر بھی ہوگا تو کیا نجات ہو جائے گی؟

ج: ایک ہے کسی شخص کا ایک لمحے کے لئے جہنم میں جائے بغیر جنت میں سیدھے چلے جانا۔ ایسا معاملہ ایمان اور عمل صالح کی بنیاد پر ہی ہو سکتا ہے یعنی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو اور برائیاں بہت کم ہوں۔ ایک دوسرا شخص جس کے اندر ایمان تو ہے لیکن اس کے اعمال بد' نیکیوں کے مقابلے میں زیادہ ہیں۔ ایسا شخص اپنے دل میں ایمان ہونے کی بنا پر بالآخر جنت میں تو چلا جائے گا لیکن پہلے اپنے برے اعمال کا جہنم میں عذاب چکھ کر۔ واضح رہے کہ اہل ایمان کا متفق علیہ عقیدہ ہے دل میں ایمان رکھنے والا شخص بالآخر جنت میں داخل ہو جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

س: نومسلم کا اسلام میں کیا مقام ہے؟

ج: اسلام میں نومسلم کا درجہ بہت بلند ہے۔ عام مسلمان تو وہ ہے جس کو والدین سے اسلام ملا ہے لیکن ایک نومسلم مرد یا عورت اسلام قبول کرتا یا کرتی ہے تو اسے بالعموم اپنے گھر والوں کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ یہ بہت بڑی قربانی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تین عمل ایسے ہیں جس سے انسان کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ان میں سب سے پہلا عمل کفر کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہونا ہے۔ دوسرا عمل ہجرت یعنی خالص اللہ کے دین کی خاطر گھر بار چھوڑ کر کسی نئے مقام پر منتقل ہونا ہے۔ تیسرا عمل حج مبرور ہے یعنی ایسا حج جو اللہ کے ہاں قبول ہو جائے۔

ان تین اعمال میں گناہوں کی معافی کے اعتبار سے سب سے بہتر اور افضل عمل کفر سے اسلام میں آنا ہے۔

س: جو لوگ صرف مسلمان ہیں یعنی ان کے دل میں ایمان ہے نہ نفاق' انکے دل میں ایمان کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟

ج: جن لوگوں کے دل میں ایمان ہے نہ نفاق' وہ اگر اسلام پر عمل کریں تو لازماً ان کے دل میں ایمان پیدا ہو جائے گا۔ یہ ایک عبوری (transitory) کیفیت ہے جس میں ایمان ہے نہ نفاق' لیکن اسلام ضرور ہے۔ نوٹ کیجئے کہ جب بہت سے لوگ اسلام کو غالب اور سر بلند دیکھ کر جوق در جوق اسلام لاتے ہیں' اس وقت فوری طور پر ایمان سب لوگوں کو نصیب نہیں ہوتا۔ کیونکہ ایمان کے فیصلے اجتماعی تو نہیں ہوا کرتے۔ ہاں ایک قبیلہ اجتماعی طور پر اسلام لانا طے کر لیتا ہے۔ اس کے بعد وہ سب کے سب مسلمان ہو جاتے ہیں۔

اگر ان میں کسی شخص کی نیت یہ ہو کہ ابھی تو میں اسلام قبول کر لیتا ہوں پھر جب ذرا موقع دیکھوں گا اسلام سے پلٹ جاؤں گا' اس طرز عمل سے وہ شخص لازماً منافق ہو جائے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نور ایمان عطا فرما دیتا ہے تو وہ مومن ہو جاتے ہیں۔ تیسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کسی شخص میں کوئی بدنیتی ہے اور نہ ہی اسے نور ایمان ملا ہے۔ لیکن اب اگر وہ دین پر عمل کرے گا تو اس کی تاثیر سے اسے نور ایمان لازماً مل جائے گا۔ شرط صرف یہ ہے کہ وہ عمل پورے کے پورے دین پر ہونا چاہئے۔

س: میں بینک میں ملازم ہوں' مجھے بینک کی طرف سے گھر کیلئے قرضہ ملا ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ ان پیسوں سے والدین کو حج کرادوں' براہ کرم میری رہنمائی فرمادیں؟

ج: اولاً تو آپ کی بینک میں سروس کا مسئلہ زیر غور آئے گا کہ بینک میں کام کرنا چاہئے کہ نہیں۔ بینک میں تو سود ہی کا لین دین اور دھندہ ہوتا ہے۔ اس میں کم شرح سود پر ڈیپازٹ لئے جاتے ہیں اور زیادہ شرح سود پر ایڈوانس دیئے جاتے ہیں۔ لہٰذا پہلی بات تو یہ کہ ایسے ادارے کی ملازمت سے بچنا چاہئے۔

دوسری بات یہ کہ آپ نے جو رقم مکان کے لئے قرض لی ہے' اس سے حج کرنا درست نہیں۔ ویسے بھی اگر آپ کے پاس وسائل نہیں ہیں تو حج آپ پر فرض ہی نہیں ہے۔

س: یہودی اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ آپس میں جھوٹ نہ بولیں اور دھوکہ نہ دیں' لیکن وہ غیر یہودی کے ساتھ جھوٹ اور دھوکا کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ کیا یہودیوں کا اب بھی یہی عقیدہ ہے؟

ج: جی ہاں یہود کا اب بھی یہی عقیدہ ہے۔ توراۃ کو وہ آسمانی کتاب تسلیم تو کرتے ہیں لیکن عملی اعتبار سے ان کی اصل کتاب تالمود ہے۔ اس کے اندر ان کے اصل عقائد موجود ہیں۔ یہودی اپنے اس عقیدے کو عام لوگوں کے سامنے تو بیان نہیں کرتے لیکن ان کی کتابوں میں یہ سب لکھا ہوا ہے۔ کسی امریکن نے ایک وڈیو فلم The Other Israel بنائی تھی جس میں ایک شخص لائبریری میں کھڑا ہو کر ان کی ایک ایک کتاب نکال کر دکھاتا تھا کہ اس میں یہ کچھ لکھا ہوا ہے۔ امریکہ میں یہودیوں کے مخالف عناصر بھی موجود ہیں جنہوں نے یہودیوں کے [illegible] کو خوب طشت از بام کیا ہے۔

(مرتب: انور کمال میو)

دی یونین آف جرنلسٹس کے نائب صدر

محمد جلیل کی تحریر کردہ کتاب

عالم اسلام کے خلاف سازش

چھپ کر منظر عام پر آ گئی ہے

اس کتاب میں

☆ تحفظ حرمین کے تقاضے
☆ امریکہ میں عورتوں اور بچوں پر مظالم؟
☆ این جی اوز کے پس پردہ مقاصد' اور
☆ طالبان خواتین کے کون سے حقوق بحال کریں

جیسے موضوعات شامل ہیں۔

ملنے کا پتہ

(۱) یونیورسٹی بک سنٹر پشاور (۲) سرحد بک سنٹر پشاور

(۳) الہدیٰ کتب اینڈ کیسٹ لائبریری اوچ' پوسٹ کوڈ 18750

نوٹ: 40 روپے بھیجنے پر یہ کتاب بذریعہ ڈاک مل سکتی ہے۔